یونانی علم ادب کا سلسلہ

افلاطون کے مکالمات

معذرت نامہ سقراط

جسکو

مسٹر بال کیول سنگھ صاحب لائسنشی ایٹڈ ابونجلسٹ - اے - پی - مشن حال وار قصبہ مورنڈہ ضلع انبالہ نے اصل یونانی زبان سے اُردو زبان میں معہ انٹرڈکشن اور نوٹس کے مسٹر جے - ایڈم صاحب ایم - اے فیلو اور کلاسیکل لکچرر عمانوایل کالج کیمبرج کی طبع سے بہ اجازت کیمبرج یونیورسٹی ترجمہ کیا اور بہ اہتمام مسٹر ای - کیول سنگھ خلف الرشید مترجم اور طالب علم انٹرنس کلاس سی - بی - ہائی سکول لودیانہ طبع گردید

سنہ ۱۹۰۴ء

امریکن مشن پریس لودیانہ - باہتمام ایم - وائلی مینیجر

دفعہ اول ۵۰۰ قیمت

یونانی علم ادب کا سلسلہ

افلاطون کے مکالمات

معذرت نامۂ سقراط

جسکو

مسٹر پال کیول سنگھ صاحب لائسنشیئٹ ایونجلسٹ۔ اے۔ پی مشن جا

وار قصبہ مورنڈہ ضلع انبالہ نے اصل یونانی زبان سے اردو زبان میں مع

انٹروڈکشن اور نوٹس کے مترجم۔ آڈم صاحب

ایم۔ اے۔ فیلو اور کلاسیکل لکچرر عمانوایل کالج کیمبرج

کی طبع سے باجازت کیمبرج یونیورسٹی ترجمہ کیا اور باہتمام مسٹر ای۔ کیول سنگھ

خلف الرشید مترجم اور طالب علم انٹرنس کلاس سی۔ بی۔ بی ہائی سکول لودیانہ طبع گردید

۱۹۰۴ء

امریکن مشن پریس لودیانہ۔ باہتمام ایم۔ وائلی مینیجر چھپا

دفعہ اول ۵۰۰

قیمت فی جلد ۱۰/

مضامین کی فہرست

اغلاط نامہ معذرت نامۂ سقراط

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴	۱۴	فصل اور کتاب	فصل اور اکتاب	۲۸	۱	تحت الارض	تحت الارض
۵	۶	پہونچی اس	پوسینی اس	۴۰	۱۰	ہیں کرملیتس	ہیں ملیتس
〃	۱۱	مکالمے	یہ مکالمے	۴۴	۵	اور پیس	اور وآپیس
۹	۱۶	سبائیں	سبائین	۵۱	۱۴	اور میری	اور انہوں نے میری
۱۰	۳	جنتی	جیتی	۵۵	۱	خوب نیک	خوب اور نیک
۱۱	۶	رنج کرے	رفع کرے	۶۹	۱۶	نہ تو لی اور نہ مانگی ہو	لی اور مانگی ہو
۱۴	۳	قدرے نالائق غبی	قدرے غبی	۷۰	۱۲	کہا	کیا
۱۷	۲	فرد کے	فرد	۷۲	۳	حسدہ	چیدہ
〃	۱۶	لکو	کوا	۷۶	۱۴	خورہ	خورد
۲۲	۲	ہو	ہے	۷۷	۱۴	سیاستِ تمدن	التمدن
〃	〃	ترپتی	ترتیبی	۸۲	۸	عذر	غدر
۲۷	۱۱	جلے	جملے	〃	۱۰	نہ تو	نہ
۲۸	۶	موفرانسکس	سوفرانسکس	۸۹	۱۷	سیکیا	سکیا
۳۳	۶	سقراط	افلاطون	۹۲	۸	جس	حس
۳۴	۱۱	کریٹیاس	کریٹیاس کے	۹۵	۹	خود	خودہیں
۳۶	۳	بھی بہت	بہت				

نوٹ۔ مختلف قراءت کی فہرست ہم نے اس لئے درج نہیں کی کہ وہ اکثر یونانی الفاظ میں ہیں اور ہمارے دیسی بھائی اس کو شاید بہت ہی کم یا شاید مطلق پڑھ نہیں سکتے لہذا بیفائدہ ہے۔ مترجم

مترجم کا دیباچہ

افلاطون اور سقراط اور ارسطاطالیس وغیرہ یونانی فلاسفروں اور دیگر یونانی مورخوں اور شاعروں وغیرہ کے ناموں سے کون واقف نہیں؟ اور کون ہے کہ اگر اس کے پاس اُن کی رایوں اور عقائد اور طرز کلام کا ذخیرہ ہو تو بڑے فخر اور تعظیم کے ساتھ اپنی تقریروں اور تحریروں میں اُن کو استعمال نہ کریگا؟ مگر ہمارے ہموطنوں خصوصاً اُردو خوان بھائیوں کی تو یہ حالت ہے کہ وے اُنکی تواریخ مذہب فلاسفی طرز معاشرت اور طرز کلام اور اُنکے تصنیفات اور اُنکے قلمی نسخوں کی حالت اور ان کی صحت اور سند اور قدامت غرضکہ قریباً ہر ایک پہلو سے ایک گونہ بالکل بے بہرہ ہیں۔ اور نہ ہی وہ اُنکا اور اپنا باہم مقابلہ کرکے کوئی مفید نتیجہ نکال سکتے ہیں مگر ساتھ ہی اس کے میری دانست میں اُنکی بابت واقفیت حاصل کرنے کی خواہش اور شوق بھی کچھ کم نہوگا۔ صرف مشکل یہی ہے کہ اُنکی تصنیفات ہماری اُردو زبان میں ابتک مطلق ترجمہ نہیں ہوئی ہیں لہٰذا اس مشکل کو آسان کرنے کی غرض سے اس حقیر نے بیڑا اُٹھایا ہے کہ اُنکی تصنیفات کو اصل یونانی زبان سے اُردو زبان میں معہ بڑے بڑے یوروپین محققین کے انٹروڈکشن اور نوٹس کے ترجمہ کرکے اپنے ملک کو حتی الوسع فائدہ پہنچاوے۔ اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے ہر قسم کے ضروری سامان مہیا کرلئے ہیں اور کرتا جارہا ہے۔

ترجمہ ان کتابوں کا عموماً لفظی ہے اور ہر قسم کی عبارت آرائی اور رنگینی سے قصداً معرّا رکھی گئی ہے تاکہ مصنف اور اڈیٹر کے خیالات بلا تصرف حتی الوسع اُنہیں کے الفاظ میں ناظرین باتمکین پر منکشف ہو جاویں۔ مگر پھر بھی محاورہ کو ہاتھ سے نہیں دیا ہے تاکہ غیر موزون بھی معلوم نہ ہو اور ایسی نایاب کتابوں کی بیقدری نہ ہو اور اُنکا مطالعہ بند نہ ہو جاوے۔

نوٹس میں ہم نے بہت اختصار کیا ہے۔ اُن نوٹوں کو جو مختلف قرارت یا لفظی تشریح یا قواعد کے متعلق ہیں بالکل چھوڑ دیا ہے۔ کیونکہ ہمارے دیسی بھائی یونانی زبان اور قواعد سے بالکل ناواقف ہیں اور یہہ اُنکے لئے مطلقاً مفید نہ ہونگے۔ مگر ہاں جہانتک اُنکا تعلق تشریح مضمون یا واقفیت عامہ سے ہے اُنکو ہوبہو پیش کر دیا ہے بلکہ باسوائے اڈیٹر کے نوٹس کے اور نوٹس بھی زیادہ کر دئے ہیں تاکہ متن کی تفہیم میں کوئی دقیقہ باقی نہ رہجاوے۔ آخر میں ہم نے مختلف قرارت کی صرف ایک مختصر فہرست دی ہے (یہہ قاعدہ کل سلسلہ میں ملحوظ رکھا گیا ہے) تاکہ قلمی نسخوں کا یا عالموں کا باہمی اختلاف بابت مختلف قرأت کے ناظرین پر ظاہر ہو جاوے اور وے بخوبی معلوم کر لیں کہ باوجود اِس قدر اختلاف کے بھی اُن مصنفوں کی کتابیں آجتک مستند سمجھی جاتی ہیں اور کہ کوئی قدیم کتاب تحریف لفظی سے محفوظ نہیں ہے مگر پھر بھی مصنف ہی کی تصنیف ہے۔ آخر میں ہم نے مضامین اور تشریح کے متعلق ایک انڈکس ملحق کر دیا ہے تاکہ مضامین کے نکالنے میں دقت نہ ہو۔

آخر میں مَیں اپنے چند بزرگوں اور ہواخواہوں کا تہِ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اِس کام میں اِس خاکسار کی بڑی مدد کی اور مجھہ کو آمادہ اور دلیر کیا کہ اس کام کو

پورا کروں اُن میں سے سب سے پہلے جناب پادری - آئی - ایم - ویری صاحب ایم - اے
ڈی - ڈی پرنسپل کرسچن بائز بورڈنگ ہائی سکول لودیانہ ہیں - جن کی مہربانی اور کوشش
سے جناب پادری اے - ایچ گریسولڈ صاحب پی - ایچ - ڈی - پروفیسر فورمن کرسچن
کالج لاہور تک میری رسائی ہوئی - صاحب موصوف کا میں تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں
جنہوں نے بذاتِ خود لودیانہ میں تشریف لا کر میرے اس ترجمہ کی نظرِ ثانی کی اور بہت سی
مفید اصلاحات اور اپنی رائے شریف سے ممنون و ممتاز فرمایا اور ساتھ ہی اس کے
میں جناب ماسٹر - آئی - سی گھوش صاحب بی - اے - ہیڈ ماسٹر کرسچن بائز بورڈنگ
ہائی اسکول لودیانہ کی مہربانی کا ازحد شکرگذار ہوں جنہوں نے انٹروڈکشن کی نظرِ ثانی کی
اور اپنی رائے سے مشکور فرمایا -

میں اُن دونوں رایوں کو جو انگریزی میں ہیں ناظرین کے سامنے پیش کرتا ہوں جن
سے ترجمہ کا اندازہ دے کر سکتے ہیں - کتاب کے آخر میں درج کی جاتی ہیں ٭

سقراط [illegible] ء قبل از مسیح ۴۶۹[1] میں پیدا ہوا تھا۔ اسکا والد سوفرانسکس ایک آتھینوی سنگتراش تھا اور اُس کی والدہ فائناریٹ ایک قابلہ تھی۔ اُس کے لڑکپن اور جوانی کی بابت کچھ بھی معلوم نہیں ہو لیکن اس میں کچھ شک نہیں کہ اُس نے موسیقی[2] اور ورزش کی (جیساکہ اُن میں دستور تھا) تعلیم پائی تھی۔ اگرچہ اُن کہانیوں میں سے جو اُسکے خاص اُستادوں کی بابت مروج ہیں ایک بھی قابل اعتماد نہیں۔ اپنی جوانی میں اُس نے علوم ریاضی وہیئت وطبعیات کا (اُس لفظ کے یونانی معنوں میں)[3] کسیقدر علم حاصل کیا تھا مگر اُس نے ان مضامین میں سے کسی کا بھی عالمانہ طور پر ہرگز کبھی مطالعہ نہیں کیا اور یہہ اغلب ہو کہ اُس نے اِن کی تعلیم اپنی اوائل عمر میں نہیں پائی تھی +

اگرچہ مشیت ایزدی نے اُس کو فلاسفی کے ایک نئے زمانہ کے آغاز کرنے کے لئے معیّن کردیا تھا مگر ایسا معلوم ہوتا ہو کہ اُسکو ٹھیک ٹھیک فلسفانہ تعلیم نہ ملی تھی یا افلاطون تو فی الحقیقت تین مقامات[4] میں بتلاتا ہو کہ پرمنائیڈس جوان نے سقراط پر کیسا ظاہر اثر

---

[1] معذرت نامہ، ۱۷ د مقابلہ کرو اپلوڈورس کی تصنیف ڈایوگنیٹس لائرٹیس ۲: ۴۴ [2] کریٹو ۵۰ د [3] یادگار سقراط ۱۔ کتاب ۱، باب ۳ و ۵ فصل اور کتاب ۱ باب ۲ فصل [4] تھیٹیٹس ۱۸۳ ۱۴۳، سوفاکلس ۲۱۷ ج پرمنائیڈس ۱۲۷ ب زیلر اور ڈاکٹر جکسن (انسائیکلوپیڈیا برٹینکا میں آرٹیکل پرمنائیڈس) صاحبان کا خیال ہو کہ یہہ ملاقات افلاطون کی ناٹکی فسانوں میں سے ایک ہو۔ البرٹی اسکے برعکس نتیجہ کی حمایت بڑے زور سے کرتا ہو +

ڈالدیا تھا کیونکہ کہتے ہیں کہ سقراط کی آتھینے میں اس ایلیانی فلاسفر سے ملاقات بھی ہوئی تھی لیکن یہ ملاقات خواہ تواریخاً سچ ہو یا نہ ہو اس سے کچھ واسطہ نہیں۔ اور ہم بخوبی تصور کر سکتے ہیں کہ آتھینے کا آزاد طریق معاشرت اور مجلسی حالت ہی بہ نسبت کسی ایلیانی یا آیونی عالم طبعیات کے اُسکی عمدہ اُستاد تھی +

یہہ کہانی کہ سقراط نے اپنے والد کا پیشہ سیکھا تھا اگرچہ بناتہ ممکن تو ہی مگر کافی شہادت سے درست ثابت نہیں ہوتی۔ پوسینی اس کہتا ہی کہ میں نے آتھینے میں خوشنما چیزوں کا ایک مجموعہ دیکھا جسے عوام سقراط کا بنا ہوا کہتے تھے لیکن اگر سقراط نے درحقیقت سنگتراشی کا کام کیا ہوتا تو زِنوفن اور افلاطون[1] اور اَرِسطو فاینس بالضرور اسکا ذکر کرتے +

اس کی رسالت کا آغاز پختہ معلوم نہیں کہ سقراط نے اپنا کام کس وقت شروع کیا۔ اُن ملاقاتوں کی تحقیقات سے جو سقراط اور متفرق صوفیوں کے درمیان ہوئیں اور جن کا ذکر افلاطون کی گفتگوؤں میں ہوا ہی (مکالمے اگرچہ تواریخاً سچ نہیں مگر صرف ممکن ہی کہ اُس زمانہ میں ہوئے ہوں) اور اپالوجی (معذرت نامہ) ۱۸ ب کے ساتھ مقابلہ کرنے سے البرٹؔ نے یہہ نتیجہ نکالا ہی کہ وہ پہلے پہل قبل از مسیح ۴۴۰ء میں اپنی رسالت سے واقف

---

[1] التمدن وکتاب ۶ ۴۹۶ ب میں مراد سقراط سے ہو سکتی ہی جہاں افلاطون آدمیوں کی مختلف جماعتوں کا ذکر کرتا ہی جو اپنے فیلسوف بننے کے لئے بلائے گئے تھے اور اپنی بلاہٹ پر ثابت قدم رہے۔ وہ کہتا ہی کہ تمیز اغلب ہی کہ ایک چھوٹی سی گروہ دیگر فنون سے واجباً بیعزت ہو کر اسکی موئید ہوگئی ہے۔ ٹیمون (قریب ۲۷۰ قبل از مسیح) سقراط کو سنگتراش کہتا ہی (ڈایوگینیس لائیرٹیس ۲ : ۱۹ +

ہوا۔ لیکن بالضرور وہ اسوقت سے پہلے ہی آتھینز کے مختلف طریق معاشرت سے پورا پورا آگاہ تھا۔ افلاطون کا بیان ہو کہ وہ آتھینز سے باہر کبھی نہیں گیا مگر صرف ایک جنگ میں۔ اور یہہ سمجھنا کچھ مشکل امر نہیں ہو کہ سقراط نے اپنی چنچل اور زبردست طبیعت کے سبب سے بازار اور اکھاڑے کی مجلس میں بہت سے مشغلے بھی حاصل کر لئے تھے۔

ڈلفی کا کلام الٰہی اُس کو سب سے زیادہ دانا بتلاتا ہو

ایسا معلوم ہوتا ہو کہ سقراط کی مصلح طاقت کو اُسکے دوست خائریفن[1] کے سوال کے اُس جواب سے جو ڈلفی[2] کے الہامی کلام نے اُسکو دیا تھا خاص ہدایت ملی تھی۔ سقراط ابھی اتھینوی سوسائٹی کے بعض حلقوں میں بالضرور ایک مشہور شخص ہی ہوگا کہ محرک خائریفن نے کلام الٰہی سے یہہ دریافت کیا کہ کیا اُس سے بڑھکر کوئی اور دانا شخص ہی۔ جواب ملا۔ کہ کوئی نہیں۔ اس پر سقراط نے رجیسا کہ اپالوجی سے ظاہر ہی) اپنی ناواقفیت سے آگاہ ہوکر ہر قسم کی مجلسوں میں ہر ایک شخص کو آزمانا شروع کر دیا اور اُنکی نادانی کو ظاہر اور کلام الٰہی کی سچائی کو اس بات کی تحقیق سے ثابت

---

[1] کریٹو ۵۲ ب۔ مقابلہ کرو فیڈرس ۲۳۰ ج لیکن ای سقراط! تو تو بڑا ہی غیر معین جیسا شخص نظر آتا ہی۔ اور جیسا کہ تو کہتا ہی تو بالکل اجنبی معلوم ہوتا ہی نہ کہ باشندہ۔ ایسا کہ نہ تو شہر کے باہر سرحد تک گیا اور نہ تو مجھے یقین ہو کہ تو دیوار کے باہر بھی سیر کے لئے کبھی گیا۔ آیون کی کہانی (ڈایوگنیس لائرٹیس ۲: ۲۳) کہ سقراط اور ارخیلاوس ایک جہاز پر سوار ہوکر ساموس کو گئے تھے خواہ سچ ہو یا نہ ہو۔ ڈاکٹر زلر صاحب اس کو معتبر نہیں سمجھتے۔ اس کے برعکس آبرلی آیون کی شہادت کو معتبر سمجھکر اس کو سچ مانتے ہیں۔ اُس یورش کی بابت جس میں سقراط بھی بھرتی تھا دیکھو ۲۸ ۵ پر حاشیہ۔ [2] معذرت نامہ ۲۰ ۵ وغیرہ۔ اس واقع کی تاریخ کی بابت کچھہ بھی معلوم نہیں ہو۔

کرنے لگا کہ جب اور لوگ بغیر جاننے کے نادان ہیں تو میں تو اس صورت میں بہت زیادہ دانا ہوں کیونکہ میں اپنی ہی نادانی سے واقف ہوں۔ افلاطون اور ارسطاطالیس کی تصنیفات اِس بات کو ظاہر کر رہی ہیں کہ وہ طریقہ گفتگو جسکو سقراط نے اپنی لگاتار مکالمات کے سلسلے کے ذریعہ منکشف کر دیا ہی فلاسفی کی تواریخ میں کسقدر مفید تھا +

سقراط پر قومودی شاعروں نے حملہ کیا

یہہ امید نہیں کی جاسکتی تھی کہ وہ شخص جس کی بلحاظ اپنے پیشے کے عوام میں اسقدر آمد و رفت تھی قومودی شاعروں کے حملوں سے محفوظ رہتا یُوپولس کے ایک ناٹک میں چند ایک پارے موجود ہیں جن میں سقراط پر چوری کا الزام لگایا گیا ہی۔ اور یہی الزام ارسٹوفانیس نے بھی لگایا ہی۔ لیکن ایک اور پارے سے ظاہر ہوتا ہی کہ اسکا مطلب اور کچھہ نہیں مگر صرف یہہ کہ سقراط اس قدر غریب تھا کہ دیانتداری سے اُسکا گذارہ ہونا مشکل تھا۔ مگر قومودی شاعروں نے ۴۲۳ قبل از مسیح میں سقراط پر نہایت ہی سخت حملہ کیا تھا۔ اِمپسی اَس کی کونس ہی جس نے اُس سال دوسرے درجہ

امپسی اس اور ارسٹوفانیس

کا انعام حاصل کیا تھا اُسکو اہل تصوف میں سے بالکل نکما قرار دیا ہی۔ لیکن ارسٹوفانیس کی کلاوُڈس ہی جس نے اُسی سال اور اُسی موقعہ پر تیسرے درجہ کا انعام پایا تھا سقراط کا بُری طرح مضحکہ اُڑایا گیا ہی اور اُسکو علم طبعی کی ہلکی ہلکی باتوں پر غور کرنے والا اور ایک خطرناک اور صوفیانہ فصیح ظاہر کیا ہی جو سب سے بُری بات

کیا ارسٹوفانیس کے الزام درست تھے

کو بہتر بنا کر دکھلاتا ہی۔ ان الزاموں کا اندازہ کرنے کے لئے جو اُسپر کلاوُڈس میں (جسکو سقراط نے پسند کر لیا تھا گویا کہ اُس میں اُس کے معتریان

لہ معذرت نامہ ۱۸ ب

کا ذکر ہی لگائے گئے ہیں یہہ ضروری امر ہی کہ سقراط کے طریق اور اُسکی تعلیم کا موازنہ کیا جاوے

سقراط فلاسفر سے بڑھکر ایک مصلح تھا وہ یقین کرتا تھا کہ تھینز کے لئے خدا کی طرف سے رسالت ملی ہی

اگرچہ سقراط لائق طور پر فلاسفی کا باپ (یعنی مُوجد یا آغاز کنندہ) کہلایا جا سکتا ہی تو بھی وہ خود تو فلاسفر نہ تھا بلکہ اخلاقی مصلح اِس کو کامل یقین تھا کہ میں اتھینیہ والوں کو چھٹکارا دینے کے واسطے بھیجا گیا ہوں - وہ اپنے معذرت نامہ میں کہتا ہی کہ "پس اب ای اتھینے والو! یہانتک تو میں نے اپنے ہی مقدمہ کی بابت تقریر کی مگر اب تمہارے مقدمہ کی بابت تقریر کرتا ہوں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم مجھہ پر فتوی دینے کے سبب سے خدا کی اُس نعمت کے گنہگار ٹھہر جاؤ جو اُس نے تم کو عنایت کی ہی - لیکن شاید تم انوٹس کا کہا مان کر مجھے بیوجہ قتل کر ڈالو اور تب اپنی باقی عمر سوتے رہو - بجز اسکہ خدا اپنی محبت سے تمہارے لئے کوئی اور رسول بھیجے" سقراط سمجھتا تھا کہ اتھینوی تدابیر مُلکی اور اتھینوی زندگی میں کئی ایک بڑی غلطیاں ہیں - اور "بذریعہ کلام الہٰی اور خوابوں کے" اور مرضی الہٰی کے دیگر ہر ایک ظہور کے ذریعہ بار بار اُس کے ذہن پر یہہ نقش ہو گیا تھا کہ لوگوں کو اس بات کی تعلیم دیکر اُس کی تصحیح کرنی میرا فرض ہی *

اُس نے معلوم کر لیا کہ اتھینوی تدابیر ملکی اور زندگی کی برائیاں بسبب جہالت ہیں

عمدہ طبیب کی طرح وہ سب سے پہلے مرض کے سبب کی تفتیش کرنے پر مستعد ہوا - اس مرحلے کو طی کرنے میں اُسے کوئی دقت پیش نہ آئی - کیونکہ اُس نے اُس بالترتیب ملاقات کے سلسلہ میں جس کے واسطے خدا نے اُسکو بذریعہ کلام الہٰی بلایا تھا معلوم کر لیا کہ کل اہل اتھینے علم سے بالکل بے بہرہ

ہیں۔ اُن کی رائیں مثل دیگر تمام رایوں کے جو محض سند اور اجماع پر مبنی ہیں وضاحت اور صفائی سے بالکل معرا ہیں (یعنی) وہ نہ تو صاف صاف تصور کی گئی اور نہ معقول طور پر بیان کیجاتی ہیں۔ اور سقراط نے یہ معلوم کرلیا کہ علم سے مراد صاف طور پر سوچنا اور واضح طور پر شرح کرنے کی طاقت ہے۔ اس طرح سے سقراط نے آتھینوی زندگی کی تمام برائیوں کو اپنے ہموطنوں کی نادانی سے منسوب کیا جو اُن میں گھر کرگئی تھی اور باتیں بھی اسی امر کو ظاہر کرتی تھیں یعنی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ علم جو جہالت کا پورا پورا نقیض ہے حرفت کے تمام دائرہ میں درست کارروائی کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ مثلاً لائق بڑھئی وہ ہے جو بڑھئی کا کام جانتا ہے علم موسیقی کا جاننا موسیقی داں بناتا ہے اور طبیب وہ ہے جو ادویات سے واقف ہو۔ اور علیٰ ہذا القیاس۔ علاوہ بریں اغلب ہے کہ سقراط پر اس حقیقت کا بھی اثر ہوا ہوگا اُس نزدیکی تعلق سے جو نیکی اور علم کے درمیان ہے اُس کے بعض بڑے بڑے ہمعصر صوفی[1] اُس سے پہلے ہی واقف تھے۔ گورگیاس اور پروٹاگورس بھی نیکی کی بابت اپنے درسوں کے ذریعہ بغیر اس بات کے تسلیم کرنے کے کہ نیکی علم کی مترادف نہ سہی کم ازکم اُس کے موافق تو ہے تعلیم دینے کا دعویٰ نہ کرسکے۔ مگر شاید سقراط کی رائے نے اُس کے اپنے ہی تجربہ کی حقیقتوں سے استحکام پایا تھا۔ اُسکا خیال تھا کہ علم فوراً فعل میں منتقل ہوجاتا ہے۔ اور یہ محض عقل کا معاملہ نہیں بلکہ کل انسانیت کا۔ وہ اُس اندرونی جنگ سے جو اُس کی اپنی قوت ممیزہ اور مرضی یعنی فرض اور خوشی کی بنا پر

---

[1] دیکھو فائڈون کے آخر میں نوٹ مترجم۔

اور محرک قوتوں کے درمیان تھی اس قدر ناواقف تھا کہ اُس نے اِس بات کو ناقابلِ ادراک تصور کیا کہ کوئی شخص بھلائی کو معلوم اور مقبول کر کے دیدہ دانستہ بُرائی کا مرتکب ہو۔

اسکا علاج علم ہی

سقراط کی تشخیص اُس مرض کی نسبت جو آتھینوی زندگی کو جنبش چلی جا رہی تھی ایسی ہی تھی ۔ اور علاج بھی ظاہر تھا ۔ وہ یہہ تھا کہ اگر زندگی کے معاملات میں اور ایسا ہی فنون میں نادانی غلط فعل کا موجب ہوتی ہی تو ہم اس سے یہہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ علم کا حاصل درست فعل ہوگا ۔ یا دوسرے لفظوں میں اگر نادانی بدی ہی تو ہم تصور کر سکتے ہیں کہ علم نیکی ہی ۔ یہہ سقراط کے نظامِ اخلاق کی اصلی تعلیم ہی۔

نہ عالم کا علم جو ناممکن ہی بلکہ فنِ معاشرت کا علم

مگر آتھینے کے لوگوں نے سقراط کے ساتھ کیسا سلوک کیا ؟ اُس نے اپنے ہموطنوں کے دلوں میں علم کا پودا لگانے میں کس طرح عمل کیا ؟ سب سے پہلا قدم جو اُس نے اُٹھایا یہہ تھا کہ اُس کل اور کیلے حلقہ کو رفع کر دے جس میں علم حاصل کرنا بالکل ناممکن معلوم ہوتا تھا یعنی طبعیات یا نیچرل فلاسفی کا حلقہ ۔ زینوفن کہتا ہی کہ "سقراط نے اوروں کی طرح نہ تو کبھی کل کی خاصیت پر گفتگو کی اور نہ اس بات کی تحقیق کی کہ کاسماس (یعنی دنیا) جیسا کہ صوفی لوگ اسکو موسوم کرتے ہیں کس طرح ہستی میں آئی یا کن لازمی اسباب کے ذریعہ مختلف ظہوراتِ سماوی واقع ہوتے ہیں ۔ برعکس اس کے اُس نے یہانتک ثابت کر دیا کہ وے جو ایسے مضامین کا مطالعہ کرتے ہیں بیوقوفوں کی طرح عمل کرتے ہیں"۔ سقراط یہہ خیال کرتا تھا کہ جب تک ہم انسان کی بابت کافی علم حاصل نہ کرلیں ایسے مضامین کا مطالعہ کرنا جن کی حقیقت کو ہم نہیں

پہنچ سکتے محض تضیع اوقات ہی جیساکہ قدیم طبعیات دانوں کے وحشی اور ناموافق قیاسات سے اظہر ہے۔ اس سرگرم مصلح نے بڑی غیرت میں آکر اپنے ہموطنوں کو اخلاقی معاملات کی تعلیم دینے کی سعی کی۔ اور یہہ وہ صیغہ ہے جسکا ہر ایک نتیجہ زندگی پر براہ راست اثر رکھتا تھا +

اس کی تحصیل کے لئے پہلا اور ضروری امر یہہ ہے کہ تقریرات کے متواتر استعمال کے ذریعہ علم کی لغو خاطرجمعی کو رفع کرے

لیکن چونکہ ذہن انسان محض ایک خالی تختیاں ہی نہیں ہیں بلکہ بے حقیقت علم کے تفکرات سے پُر ہیں لہذا لائق اُستاد تو پہلے اس عیب کو دُور کرلیتا ہی بعینہ جیسے لائق مصور تصویر کھینچنے سے پہلے اپنے کپڑے (کینوس) کو صاف کرلیتا ہی۔ سقراط نے اس محنت طلب مگر ضروری کام کو بڑے تقریری استعداد اور بعض اوقات بڑی خوشی کے تلازمہ سے پورا کیا۔ وہ عموماً سادہ دلی سے علم اخلاق کے کسی نہایت عام خیال کی تعریف پوچھا کرتا تھا اور جب اکثر بڑی دقت کے ساتھ ایک تعریف معین ہوجاتی (دقت کے ساتھ اس لئے کہ منطق ابھی شروع ہی تھا) تو وہ اُس میں اُن اسباب کی تلاش کرتا تھا جن سے یہہ تعریف غلط ثابت ہوجاتی تھی۔ اور وہ اپنے مخاطب کو اُس کے اپنے ہی مُنہہ سے متنافض ثابت کر دیتا تھا۔ سقراط کی تقریر ایک صورت میں خاصکر بڑی دق کرنیوالی تھی۔ اور وہ یہہ تھی کہ وہ اپنی تمام تحقیقات میں ناواقف بنکر حیران

سقراط کی ہجو ملیح

کر دیتا تھا لیکن ساتھ ہی اس کے اِسبات کی کوشش کرتا تھا کہ اُس کے مخاطبین جان لیں کہ باوجود منکران کے وہ اس کی بابت درحقیقت سب کچھ جانتا ہے یہہ کہنا دشوار ہے کہ کہاں تک سقراط اپنی ناواقفی کے اعتراف کرنے میں درست تھا۔ بالیقین جب وہ صوفیوں کے ساتھ گفتگو کرتا تھا تب تو اُس کی ناواقفی کا اعتراف

درست نہ ہوتا تھا مگر جب اپنے دوستوں سے گفتگو کرتا تھا تو وہ یقیناً درست ہوتا تھا۔ اگر ہم افلاطون کی بات پر اعتماد کریں تو ظاہر ہوتا ہی کہ بہت کم اشخاص تھے جو سقراط کی نسبت زیادہ ژرف نگاہی سے جانتے تھے کہ انسان کیسا کم جان سکتا ہی اور اُس تھوڑے کو بھی جاننا کیسا مشکل ہی۔ لیکن خواہ یہہ کچھ ہی کیوں نہ ہو یہہ تو یقینی امر ہی کہ سقراط کی اِس ہجو ملیح نے اُس کے بہت سے دشمن پیدا کر دیئے تھے۔ اِس ہجو ملیح کو پوشیدہ کرنے کی اُس نے حتی الوسع کوشش تو کی مگر اُس کے اِسی ہنر نے جس سے کہ اُس نے اپنے دشمن کو بیہودہ ثابت کر دیا تھا اُس کے اعلیٰ علم پر شہادت دی +

سقراط کے طریقہ میں اس منزل کا واضح خیال کسی اَور بیان سے بخوبی طور پر ذہن میں نہیں آسکتا جیسا سقراط کے بعض مکالموں کے مطالعہ سے آتا ہی۔ شاید سب سے عمدہ مثال اس کی وہ ہی جو زینوفن کی کتاب یادگار سقراط ۴۱ : ۲ میں محفوظ ہی۔ اور ایک اَور کتاب (جو اگرچہ غالباً کم مستند ہی) اور جو نیز قریباً ویسی ہی عمدہ ہی سو افلاطون کی اِلسی بیاڈیز (۱) ہی۔ اول الذکر مکالمہ میں سقراط یوتھوڈیمس کو ترغیب دیتا ہی کہ عدل کا بیان کرے یوتھوڈیمس بتلاتا ہی کہ بے انصافی کی مثالیں جھوٹ بولنا۔ فریب دینا۔ بدسلوکی کرنی آزاد شخص کو غلام بنا لینا ہی۔ اسپر سقراط معقول مثالوں کے ذریعہ اپنے دوست سے مجبوراً یہہ تسلیم کرواتا ہی کہ بعض بعض حالتوں میں ان چاروں میں سے ہر ایک امر فی الحقیقت راست ہی۔ اور پھر تاکہ اُس جوان کو بالکل حیران اور پریشان کر دے وہ اس معقول رائے یوتھیڈیمس کے ساتھ اُسکی گفتگو کو بالکل دور کر دیتا ہی کہ دو گنہگاروں میں سے جو ایک دیدہ دانستہ

اور دوسرا وہ جو نادیدہ دانستہ گناہ کرتا ہے دیدہ دانستہ گناہ کرنے والا بدترین ہے کیونکہ نادیدہ
دانستہ گناہ کرنیوالا حقیقت میں زیادہ تر راست ہے۔ اسپر یوتھوڈیمس بڑا بیدل ہو گیا
اور کہنے لگا کہ اے سقراط! تم خیال کرو کہ میں کیسا افسردہ خاطر ہو گیا ہوں جبکہ میں
دیکھتا ہوں کہ میری تمام پہلی (اپنی) تحقیقیں اس قابل نہیں کہ اُس مضمون کی بابت جس کی
نسبت شروع تھا کہ میں اُس کی حقیقت سے بخوبی واقف ہوتا ایک سوال کا جواب
بھی نہ دے سکا اور اگر میں بہتر بننا چاہوں تو نہیں جانتا کہ کونسا طریقہ اختیار کروں۔
سقراط پر اس فریاد سے بڑا اثر ہوا اور یوتھوڈیمس کو اُس نے ترغیب دی کہ اُس کتبے کی
فرمانبرداری کرے جو ڈلفی کے مندر پر ہے۔ اور کہ اپنے آپ کو جاننا سیکھے یعنی یہہ جاننا کہ میرا
زور اور کمزوری کس بات میں ہے۔ اس گفتگو کے آخر میں یوتھوڈیمس کی نئی فروتنی کا ذکر
ہے (جو اس میں اُس وقت اِس گفتگو سے پیدا ہو گئی تھی)۔ وہ اُداس مگر بااُمید ہو کر روانہ
ہو گیا یہہ سمجھ کر کہ جس ہاتھ نے مجھے زخم لگایا ہے وہی مجھے شفا بھی بخش سکتا ہے+

ان میں سے بہتوں نے جنہوں نے سقراط کے ساتھ گفتگو کی غصہ میں آکر اُس کو چھوڑ دیا

اُن میں سے بہت جن کا سقراط کی تقریر سے ناک میں دم آ گیا تھا غصہ میں آکر اُس کی صحبت سے کنارہ کش
ہو گئے اور اُس پر برخلافی کے انبار لگانے لگ پڑے جس نے ایک دن اُس کو آدبانا تھا
اور ایسے لوگ رک بھی نہیں سکتے۔ حالانکہ اب بھی راستباز اور معزز لوگ نقصان اُٹھاتے
ہیں جبکہ کوئی شخص یہہ ظاہر کر دیتا ہے کہ اُن کے نہایت عزیز دستورات اور عقائد میں سے
اکثر کیسے سبک اور محض مانے ہوئے ہیں۔ نہ تو پختہ تحقیقی بالکل نالائق ہی تھے جبکہ

اُنکے ذہن سقراط کی طرزِ تقریر سے بجائے محرک ہونے کے منجمد ہوگئے۔ اور نہ شاید اُن کے لئے اچھا ہی تھا کہ اصلی رائے کی بیقرار ریت کو چھوڑ دیتے جب تک کہ اُنکو علم کے محکم چٹان پر عمارت بنانے کے لئے صبر اور فرصت ملتی۔ سقراط نے اُن کو قدرے نالائق غبی سمجھ کر چھوڑ دیا اور پھر اُنکی بابت کبھی فکر نہ کی*

مگر اوروں نے اپنی نادانی سے واقف ہوکر تعلیم پانیکی آرزو کی

مگر جب اُسکے مخاطب نے کوئی کینہ نہیں بلکہ عمیق حلیمی سے ایک بہتر اور شریف زندگی کی سنجیدہ خواہش کے محسوس کی اور جب اُس نے سقراط کے بعض درسوں میں یہہ سنکر کہ وہ اپنی پہلی زندگی سے بڑھکر ترقی نہیں کر سکتا وہ کچھ محسوس کیا جو اِسی بیاڈیز نے محسوس کیا تھا (لیکن وہ بیفائدہ تھا) تو سقراط نے اپنے دوست کو فوراً اُس طرف ہدایت کی جہاں کہ علم دستیاب ہوسکتا تھا۔ یہہ سقراط کے طریقہ کی دوسری یا موجبہ صورت ہی*

سقراط اپنے آپکو معلم نہیں بلکہ متلاشی تصور کرتا تھا

اُن کو تعلیم دیتے وقت جنہوں نے اپنے آپ کو اُسکے سپرد کر دیا تھا سقراط نے اپنے آپ کو کبھی بااختیار معلم قرار نہیں دیا۔ اور اُس نے صاف صاف کہدیا کہ میرا کوئی بھی شاگرد نہیں۔ اُس نے یہہ سمجھ لیا تھا کہ حق صرف تحقیقِ مشترکہ ہی کے ذریعہ حاصل ہوسکتا ہی۔ پس اسی سبب سے سقراط کے طریقِ عمل کے اظہار کے لئے فقرات κοινῇ βουλεύεσθαι (کوئنے بولیو استھائے) مشورتِ مشترکہ κοινῇ σκοπεῖν (کوئنے اسکاپائن) مطالعہ عامہ κοινῇ ζητεῖν (کوئنے زیٹائن) تحقیقِ عامہ συζητεῖν

(سُٹڈ ریٹائن) ایک ساتھہ تحقیق کرنا۔ اور اسی قسم کے اور فقرات بھی اُس کی تصنیفات میں ملتے ہیں علاوہ ازیں چونکہ سقراط کا محض مقصد عقلی تربیت دینے کا نہ تھا مگر اپنے دوستوں کی اخلاقی ترقی اِس لئے اس کے گمان میں وہ علاقہ جو اُستاد اور شاگرد کے درمیان ہوتا ہی متعلق بہ جوش و نیز عقلی تھا۔ سقراط خود بار بار بعض اوقات تو کچھہ شوخی سے مگر عموماً عمیق سنجیدگی کے ساتھہ کہتا ہی کہ یہہ ایک قسم کا ایراس یعنی دیوتا ہی۔ افلاطون اِس خیال کو اور زیادہ وُسعت کے ساتھہ بیان کرتا ہی +

سقراطی دیوتا ایراس

اور کہتا ہی کہ یہہ علاقہ دو روحوں کے درمیان ایک اتحاد ہی جس سے خالص اور اعلی خیالات پیدا ہوتے ہیں۔ اس علاقہ کی ایک اَور صورت بھی ہی جو قابل ذکر ہی۔ اور وہ یہہ ہی کہ چونکہ سقراط مسلسل تشریح کے ذریعہ سے نہیں بلکہ منصفانہ سوالات کے ذریعہ لوگوں کے اندر واقفیت پیدا کیا کرتا تھا اِس لئے ایسا معلوم ہوتا ہی کہ وہ اپنے دوست کے دل میں سے پوشیدہ علم کو صرف باہر نکال دیا کرتا تھا +

سقراط ایک عقلی قابلہ تھا

اور اِس لئے افلاطون کی تصنیفات میں وہ اپنے آپ کو قابلہ اور اپنے ہنر کو علم قابلہ (یعنی دائی پنا) کہتا ہی۔ ایسا معلوم ہوتا ہی کہ سقراط اور افلاطون ہر دو یہہ خیال کرتے تھے کہ تعلیم کی تمام خوبی اِس بات میں مشتمل ہی کہ اُن شریف خیالات اور آرزوؤں کو جو ہر ایک شخص کے ذہن میں مخفی ہیں جتا دے (یعنی منکشف کر دے) +

کسی شی کو جاننا اُسکے دو ۲ معنی تعریف کو بطریق قیاس معلوم کرنا | سقراط کے قول کے بموجب جاننا

(۲) علم ہر ایک شے کے λόγος (لاگاس) یا تعریف کو جاننا ہے اور وہ طریقہ جس سے ہم
اس λόγος تک پہنچ جاتے ہیں ἐπαγωγή (اپاگوگے) یا استقرا ہے۔ اور
یہ بھی کہ ہم کو یہ مرتبہ حاصل ہو جاوے تو (جیسا کہ علمی فیصلہ ہے) ہم کو لازمی ہی چاہئے کہ
ہم خاص خاص صورتوں کو اُس کے اندر رکھیں اور اُس کے مطابق عمل کریں۔ اس طرح
ہمارے علم کا بڑا اور راست اثر ہمارے چال چلن پر پڑتا ہے۔ وہ مسائل جن سے کہ سقراط
کا یہ استقرائی طریقہ آغاز پکڑتا ہے روزانہ زندگی کے نظارے ہیں۔ اور مختلف پیشے یا
خصوصاً تجارتی اور کاشتکاری اُس کی مثالیں ہیں۔ یہ سقراطی تخیل ہے کہ
افلاطون اور ارسطاطالیس کی تصنیفات میں یہ آخری مثال اکثر آتی ہے۔ ہم کہہ
سکتے ہیں کہ سقراط اپنے اس طریقہ کو عموماً کسی قدر آزادانہ طور پر استعمال کیا کرتا تھا کہ
چند ایک خاص باتوں کو چن لیتا اور وہ بھی بلا ارادہ اور اکثر یا تو ہی بلکہ غلط نتائج نکالتا
تھا۔ مگر یہ اُن صورتوں میں سے ایک ہی ہے جس سے کہ طریقہ تو دریافت ہو جاتا ہے پر اُس پر
عمل نہیں ہو سکتا۔ اور ارسطاطالیس واجب طور
پر کہتا ہے کہ یہ سقراط ہی کا فلسفانہ حق ہے کہ اُس نے استقرائی بحث اور عام تعریفات کو
آغاز دیا۔

سقراط استقرا کا سب سے پہلا حامی تھا

پس اُس دانائی کا جو سقراط اپنے دوستوں کو سکھانے کی کوشش کرتا تھا
مآل کیا تھا؟ اس سوال کے جواب سے ہم اس بات کا فیصلہ کر سکتے ہیں کہ وہ حملہ جو
آتھینی قومی شاعروں نے اُس پر کیا تھا کہاں تک راست تھا۔

سقراطی تعلیم کا اصل

سقراطی تعلیم کا مقصد تین حصوں میں منقسم ہوسکتا ہے۔ پہلے خود انسان کی بابت بہ حیثیتِ فرد کے۔ دوسرے انسان کی بابت کہ وہ سلطنت سے کیا نسبت رکھتا ہے۔ تیسرے انسان کی بابت کہ وہ دیوتاؤں سے کیا نسبت رکھتا ہے +

۱۔ بہ حیثیت فرد

پہلے انسان بہ حیثیت فرد کے۔ روح انسانی کی اعلیٰ اور شریف بلاہٹ کے سوائے کوئی اور ایسی بات نہیں ہے جسپر سقراط نے زیادہ اصرار کیا ہے۔ اُسکا قول ہے کہ "اگر کوئی شے اِنسان کے متعلق ہے تو یہہ ہے کہ انسان کی روح الٰہی روح میں شراکت رکھتی ہے"۔ ہر ایک آدمی کا پہلا فرض اپنی ہی روح کے متعلق ہے۔ سب

روح

سے بڑھکر اُسکو یہہ لازم ہے کہ بہ سبب اُن امراض کے جو اُس کی ذات اپنی ہی روح میں پیدا کرتی ہے وہ اپنی ہی ذات کے ساتھہ بدی نہ کرے اور صرف اُسی وقت اُس کا حق ہے کہ وہ دوسروں کو راستبازی کے لئے ترغیب دے اور نصیحت کرے

غیر فانیت

سقراط یہہ نہیں بتلاتا کہ اس زندگی میں بدی کرنے سے ہماری آئندہ زندگی پر اثر ہوتا ہے یا نہیں ہے اور روح انسانی کی غیر فانیت اُن سوالات میں سے ایک تھا جو سقراط کی نظر میں لاینحل تھے۔ لیکن اگر ہم اس جگہ بھی راستی سے زندگی بسر کریں تو سب سے زیادہ ضروری بات یہہ ہے کہ ہم اپنی ذات کا علم حاصل کریں۔ یعنی اپنے ہی ذاتی

اپنی ذات کا علم

میلانوں اور طاقتوں کا صاف تصور۔ سقراط ڈلفی کے مندر پر کے نوشتہ کے الفاظ [illegible] کو۔ نوتھی سیاوٹان معنی اپنے آپکو جان۔ ہمیشہ استعمال کیا کرتا تھا۔ اور اس بات کے سمجھنے کی بھی کچھہ کم ضرورت نہیں ہے کہ نیکی اجمالاً

نیکی علم سے مشابہ کی گئی ہے

ہے کیا اور منفردہ نیکیاں کیا ہیں۔ سقراط کے نزدیک نیکی اجمالاً علم کے مشابہ ہے اور منفردہ نیکیوں کو وہ مختلف اقسام کے علم سمجھتا تھا۔ مثلاً دینداری اُس امر کا علم ہے جو دیوتاؤں کے نزدیک راست ہے۔ اور عدل اُس امر کا علم ہے جو انسان کے نزدیک راست ہے۔ اور شجاع وہ ہے جو جانتا ہے کہ کونسی شے دہشتناک ہے اور کونسی شے دہشتناک نہیں ہے۔ وقس

اس بیان کے نتائج

علیٰ ہذا۔ اِس تعلیم سے کہ نیکی علم ہے سقراط نے چار نتائج نکالے ہیں۔ پہلا یہہ کہ اتحاد تمام نیکی ہے۔ دوسرا یہہ کہ تعلیم کے ذریعہ سے یہہ دوسرے کو پہنچ سکتی ہے۔ دوسرے دو نتائج میں جنکی بالضرور اصلی نہیں بلکہ منطقانہ قدر تصور کرنی چاہئے سقراط اس مشہور تناقض کو جو بظاہر غلط مگر اصل میں سچ ہے برقرار رکھتا ہے کہ کوئی شخص برضامندی گناہ نہیں کرتا اور کہ اگر کوئی شخص کرتا بھی ہے تو جرم اُس کا اُس سے کم ہوتا ہے جبکہ کوئی شخص بلا قصد گناہ کرتا ہے۔ اور جبکہ نیکی کے اصل معنی کی تحقیق کی اور زیادہ ضرورت پڑتی تھی تو سقراط اکثر اُسکا بیان یوں کیا کرتا تھا کہ وہ بھلائی کا علم ہے

بھلائی کا علم

اور بعض وقت بھلائی کی یہہ تعریف کرکے کہ بھلائی وہ ہے جو مفید ہے اور بعض بعض اوقات کہ بھلائی وہ ہے جو جائز ہے اُس نے اپنی تعلیم کو یا تو فیضرساں یا محض مجلسی صورت دینے کی کوشش کی +

کیا سقراط فیضرساں تھا

مجملاً ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سقراط نے لوگوں کو نیکی کی اِس لئے کہ وہ نیکی ہی پیروی کرنے کی شاذ ہی ترغیب دی ہے۔ نیکی کو وہ اِس لئے پسند کرتا تھا کہ یہہ اعلیٰ ترین حکمت عملی ہے۔ اور صرف یہہ تصور کر لینا ضروری ہے کہ یہہ اعلیٰ ترین حکمت

عملی ہو نہ اس لئے کہ ہر ایک روح پر اس کا اثر ہوتا ہی بلکہ اس لئے کہ اس سے عارضی فائدے
پہنچتے ہیں۔ سقراط کی تعلیم کی دیگر باتوں کے درمیان جہانتک کہ وہ انسان سے اس
لئے کہ وہ مجلسی شخص ہی تعلق رکھتی ہی ایک نہایت عجیب بات یہہ ہی کہ وہ دوستی کو سب

دوستی

سے اعلیٰ قدر دیتا ہی۔ دوستی کے یونانی خیال کو اُس نے اور زیادہ وضاحت
اور بلند پروازی کے ساتھہ بیان کیا کہ دوستی وضاحت کے ساتھہ سوچنے اور بہتر

دوسرے کا نقصان کرنا

زندگی بسر کرنے کے لئے ایک روحانی اتحاد ہی ایسا معلوم ہوتا ہی کہ
وہ دوسرے پہلو کے لحاظ سے اخلاق کے عام یونانی بیرق سے بڑھکر تصور کرتا تھا
کہ دوسرے کو نقصان پہنچانا کسی صورت سے درست نہیں ہی۔ پھر اگر بیاہ کے بارے
میں اُس کا خیال اپنے اکثر ہموطنوں کے خیال سے بڑھکر نہ تھا تو یاد رکھنا چاہیئے کہ

بیاہ کی بات

اُس کے اپنے خانگی امور نہایت ابتر حالت میں تھے۔ اور یہہ ایک یقینی
امر ہی کہ وہ عورات کی قابلیتوں کو اپنے ہموطنوں کی بہ نسبت اعلیٰ تر سمجھتا تھا +

۲۔ سلطنت کی نسبت

اب آؤ ہم سلطنت کی نسبت میں سقراط کی تعلیم پر غور کریں۔ اس بات
میں کچھہ شک نہیں کہ سقراط جمہوری سلطنت کو ناپسند کرتا تھا۔ وہ اس بات کو بیہودہ

سقراط جمہوری سلطنت کو ناپسند کرتا تھا

تصور کرتا تھا کہ جاہل لوگوں کو تدابیر ملکی میں اقتدار
رکھنے کی اجازت دیجاوے۔ اور چاہتا تھا کہ عقلمند شرفاء کی حکومت جاری ہو۔

اور عقلمند شرفاء کی حکومت کا طلبگار تھا

بموجب اس رائے کے وہ مدبران کو مشورت
دیا کرتا تھا کہ وہ فنِ تدابیر کا مطالعہ کریں۔ کیونکہ مدبر صرف وہی ہی جو حکومت کرنا جانتا

ہے۔ مگر اُس نے اِس بات سے بھی انکار نہیں کیا کہ اُس امر کی تابعداری کرے جس کو وہ اپنے باطن میں ناراست فیصلے سمجھتا تھا۔ اور جیسا کہ ابھی ذکر ہو چکا ہے۔ وہ اُس بات کو نیک یا راست گردانتا تھا جو جایز تھی۔ اور وہ اُس انتظامِ حکومت کی تابعداری کرنے میں برضامندی مرگیا جس کی حمایت کرنے کے لئے بارہا اُس نے اپنی زندگی کو خطرے میں ڈال دیا +

۴۔ مذہب

اب ہم سقراط کی مذہبی تعلیم پر غور کرینگے۔ پہلی بات جو قابل لحاظ ہے سو یہہ ہے کہ وہ الزام جو اَرِسٹوفانیس نے سقراط پر لگایا ہے کہ وہ دہریہ تھا بالکل بے بنیاد ہے اور نہ اُس نے اپنے مقلدوں کو ڈائناس یا اہلِ طبعیات کے کسی بت کی پرستش کرنے کی تعلیم دی اجمالاً اس کی تعلیم اوسط درجہ کی درست تھی +۔ یہہ سچ ہے کہ اُس نے خدا کی وحدانیت کی

الٰہی ہستی کی بابت

تعلیم دی اور الٰہی ہستی کا یوں ذکر کرتا ہے کہ وہ عقل ہے جو عالم میں ساری ہے اور جو ہمہ جا حاضر عالم الغیب اور نا بدنی ہے اور جو انسان کی بہتری کے واسطے ہر شئے کا انتظام کرتا ہے۔ مگر یہہ باتیں آیتھینے والوں کو پہلے بھی معلوم تھیں حتّٰی کہ زینافن بھی اس کو درست سمجھتا تھا ۔ قاعدہ تھا کہ سقراط بہ نسبت ایک الٰہی ہستی کے "دیوتاؤں" کا معمولی طور پر اکثر ذکر کیا کرتا تھا۔ اور وہ کلامِ الٰہی اور فال گوئی کی بڑی قدر کیا کرتا تھا۔ اور عموماً اِس بات کی ترغیب دیا کرتا تھا کہ دیوتاؤ

کلامِ الٰہی اور فالگوئی

کی عبادت مطابق ہر ایک کے ملکی دستور کے ہونی چاہئے۔ عملاً سقراط خود بھی اِس قاعدہ کو ملحوظِ خاطر رکھتا تھا۔ لیکن یہہ امر کہ کہانتک سقراط مذہبی

باتوں میں بنی آدم سے بڑھکر تھا زنوفن کے اُس بیان سے معلوم ہوسکتا ہی جو وہ

دعا | سقراط کے طریقۂ دعا کی بابت بتلاتا ہی۔ "وہ دعا میں دیوتاؤں سے صرف وہی شے مانگا کرتا تھا جو اچھی تھی کیونکہ وہ خیال کرتا تھا کہ دیوتا لوگ بخوبی جانتے ہیں کہ کس قسم کی چیزیں عمدہ ہیں"۔ وہ دعا جو فیڈرس کے اختتام پر ہی اُس کی ایک مثال ہی "عزیز پان اور دیگر دیوتا جو اس مقام پر حاضر ہیں بخشدیں کہ میں باطن میں خوبصورت ہوجاؤں اور میرے بیرونی حالات اُس کے حسب حال ہوجاویں جو میرے اندر ہیں میں دانا شخص کو دولتمند سمجھوں۔ میرے پاس اُسی قدر زر ہو جس قدر کہ صاحب اعتدال اُٹھا اور لیجا سکے"۔

ارسٹوفانیس کی کلاؤڈس سقراط کے اس قدر مخالف نہ تھی | المختصر سقراط کی تعلیم کا مآل یہی تھا جیسا مذکور ہوا۔ اب ہم اس امر کی تحقیق کرینگے کہ سقراط کی بابت وہ بیان جس کا ارسٹوفانیس نے ذکر کیا ہی اصل میں کہاں تک درست ہی۔ ارسٹوفانیس کی تصور کی تین صورتوں میں سے دو صورتیں تو حقیقی سقراط میں بالکل ندارد ہیں۔ کیونکہ جیسا کہ ہم نے ابھی دیکھا سقراط نہ تو بدعتی اور نہ دہریہ تھا اور نہ علم طبعی کا ملاحظہ کنندہ۔ تیسرے الزام یہ کہ وہ سب سے بُری بات کو بہتر بناتا ہی کم از کم ارسٹوفانیس ہی کے بیان سے بہت کچھ کہا جاسکتا ہی۔ سقراط کے درس بلاشک ایک غیر معین میلان رکھتے تھے اور اُس کے اکثر مقولے قدیم مدرسہ کے افضینیوں کو بالضرور بعید الفہم نظر آتے ہوں گے۔ مگر ارسٹوفانیس نے سقراط پر صرف اسی بنیاد پر ہرگز حملہ نہ کیا ہوگا۔ سقراط کی بابت ارسٹوفانیس

جسقدر کہ عموماً نئے علم کی نسبت تھی

کا بیان کسی شخص (سقراط) کی ہجو کے لئے مبالغہ آمیز تقریر نہیں ہے بلکہ ایک سقراطی) اصول کی بابت یعنی ذوِالعقل تحقیق اور ترتیبی اخلاقی تعلیم کا اُصول جسکو صوفیوں نے آتھینے میں داخل اور مشہور کردیا تھا۔ ارسٹوفاینس نے انہیں اصلی

سقراط اس سبب سے کہ وہ اصالتاً صوفیوں سے ناموافق تھا

ظاہری فرق کو جو صوفیوں اور سقراط کے درمیان تھا یعنی کہ اوّل الذکر تو اُجرت لیکر اور سقراط بلا اُجرت لئے تعلیم دیتا تھا نہ سمجھا۔ اور اِس سے بڑھکر یہہ بات کہ یا تو وہ اِس بات کے دیکھنے میں قاصر رہا یا اُسکو ظاہر کرنا نہ چاہا کہ جبکہ وہ صوفی جو دعویٰ کرتے تھے کہ ہم نیکی کی تعلیم دیتے ہیں مروجہ خیالوں کو اکثر فروگذاشت کردیتے تھے اور اُن کی جگہ زیادہ استوار خیالوں کو رواج نہ دیتے تھے تو برعکس اِس کے سقراط اُن کو ڈھا دیتا تھا کہ اُس کی بجائے نئی تعمیر کرے اب یہہ سوال کرنا باقی رہ گیا کہ کن وجوہات کے سبب سے ارسٹوفاینس نے گورگیاس اور پروٹاگورس کو نہیں بلکہ سقراط کو اپنا حدف بنایا؟ اِس میں کچھ شک نہیں کہ آتھینے کے لوگ اِن کی بہ نسبت

ہجو کے لئے مبالغہ آمیز تقریر کیواسطے چنا گیا تھا بہ سبب اپنی ذاتی بیقاعدگیوں کے

سقراط سے بخوبی واقف تھے۔ ہوسکتا ہے کہ سامعین کے درمیان جنہوں نے کلاؤڈس کے مضامین کو سُنا مشہور آدمیوں میں سے بہت کم ہونگے جو اُسکی نکتہ چینی سے محفوظ رہے ہونگے اور باقی لوگ اس وجہ سے کہ وہ اکھاڑے اور بازار میں ہمیشہ آیا کرتا تھا اُس سے بخوبی واقف ہونگے۔ لوگ اُس کو ہرگز نہ بھولتے ہونگے۔ خواہ ہم سقراط کو شکل وصورت کے لحاظ سے خواہ طرزِ معاشرت کے لحاظ سے دیکھیں تو وہ اہلِ آتھینے کے درمیان بالکل لاثانی

آدمی تھا۔ "پستہ قد موٹی گردن۔ اور کسی قدر جسیم۔ اُبھری ہوئی آنکھیں۔ اوپر کو پھیرے ہوئے ناک اور فراخ نتھنے۔ پھٹا دہن۔ اور موٹے موٹے ہونٹھوں والا شخص۔ وہ شہوت پرستی اور حماقت کا پتلا نظر آتا تھا"۔ لباس اور وضع ہر دو کے لحاظ سے وہ غایت درجہ کا بے پرواہ ہو کر جبین بجبیں برہنہ پا اور ناک چڑھائے اپنے مکالمہ کے شکاروں کی تلاش میں گلیوں کے درمیان پھرا کرتا تھا۔ ایک موقع پر اُس نے کلتیاس کے گھر میں ایک جلسہ کے روبرو خود ناچ کرنے کے واسطے رنگین وضع اختیار کی تھی اور اپنی اس روش کی حمایت یوں کی کہ ناچ میری جسامت کو گھٹانے کے واسطے ایک صحت بخش ورزش ہے۔ اُس نہایت پُر صنعت زمانہ میں جو دُنیا کو پھر کبھی شاید ہی نصیب ہوا ہے اُس نے خوبصورتی کے بارے میں اُس کی خاصیت اور ہنر ہر دو کی بابت اپنے آپ کو بڑا بے پرواہ ظاہر کیا۔ اُس نے خوبصورتی کی تعریف یوں کی کہ وہ نفع ہے اور اپنے آپ کو خوبصورت کریٹوبیولس کے مقابلہ میں عین یوسف ثابت کیا۔ وقتاً فوقتاً اُس پر ایک عجیب قسم کی محویت طاری ہوتی تھی جس اثنا میں وہ گھنٹوں ایک ہی مقام پر ٹھہرا رہتا اور جسمانی ضروریات اور بیرونی تعلقات سے بیفکر ہو جاتا تھا۔ کہتے ہیں کہ وہ ایک دفعہ ایک مسئلہ پر چوبیس گھنٹے تک ایک ہی جگہ کھڑا سوچتا رہا۔ اور یہ کچھ تعجب کی بات نہیں ہے کہ ایک شخص جو علاوہ اپنی ان بیقاعدگیوں کے گدھوں اور سُناروں اور چماروں اور دباغوں کی بابت ہمیشہ گفتگو کیا کرتا ہو آتھینوی قومودی شاعروں کے طعن و تشنیع کا موجب نہ ہوا ہو۔ اور سُقراط کے مشہور میلان جو وہ عقلمند شرفاء

کی حکومت اور اسپارٹا کی طرف رکھتا تھا اُس تمسخر کا موجب تھے جو آتھینویوں نے
اُس کے اسراف کا کیا۔ میری دانست میں انہیں وجوہات سے ارسٹوفاینس نے
سقراط کو نئے علم کی علامت بنانے کی ترغیب پائی۔ قومودی شاعر ہونے کی وجہ سے
وہ ایسی عجیب صورت سے اغماض نہ کرسکا۔ لیکن خواہ وہ اُس وسیع تفاوت سے
جو سقراط اور صوفیوں کے درمیان تھا آگاہ تھا یا نہ تھا۔ اُس کا یہہ حملہ اِس بُری نیت

اُسکا یہہ حملہ کسی بُری نیت سے نہ تھا

سے نہ تھا کہ سقراط کو اہل آتھینے کی نظر میں موجب تعصب
کا بناوے۔ ورنہ افلاطون سمپوزام میں سقراط اور اُس کے ہجو کنندہ کا یکجا ہرگز ذکر
نہ کرتا۔ اور نہ میں یہہ خیال کرتا ہوں کہ اہل آتھینے اس ناٹک سے بہت متاثر ہو گئے
تھے۔ عموماً وہ لوگ ایسے شخص کو پسند کرتے تھے جس میں کوئی ایسی شی نہ تھی جس پر تمسخر ہوتا

در اغلباً اہل آتھینے پر اسکا بہت کم اثر ہوا تھا

اور اِس موقع پر کلاوڈس نے صرف تیسرے
ہی درجہ کا انعام حاصل کیا +

۴۲۳ اور ۳۹۹ کے درمیان سقراط کی زندگی میں کوئی واقع قابلِ بیان نہیں
ہی۔ مگر یہہ واضح ہی کہ اُس نے اپنی بلاہٹ کی پیروی کرکے بہت سے سخت دشمن اور

سقراط کا بیاہ

بعض سرگرم دوست پیدا کر لئے تھے۔ ۴۲۳ کے بعد ہی اُس نے شادی
کر لی کیونکہ ہم زنتھپی کی بابت ارسٹوفاینس کی خاموشی سے یہہ واضح نتیجہ نکال سکتے
ہیں کہ تا حال وہ اُس کی بیوی نہ تھی۔ اور ۳۹۹ میں اُس کا سب سے بڑا بیٹا ابھی لڑکا
ہی تھا (معذرت نامہ ۳۴ د) بعد اُس تمام بیان کے جنکا ذکر ہوا ... فلاسفروں کے

لئے ابھی تک ایک عبرت ہی۔ مگر ہمیں یہہ تسلیم کر لینا چاہیے کہ سقراط نے اُسکو کافی موقع نہ دیا۔ کون شخص نہیں چاہتا ہی جیسا کہ لنڈ و صاحب کہتے ہیں کہ "وہ اور تھوڑے عرصہ گھر میں رہ سکتا تھا اور اپنے ہی بچوں کے ساتھ گفتگو کرنی غنیمت سمجھتا جیسا کہ اوروں کے ساتھ کرتا تھا" اس عرصہ میں سقراط کا عوام الناس کے درمیان

عوام میں اُسکی خدمات

صرف ایک ضروری معاملہ ظہور میں آیا۔ جبکہ ۴۰۶ میں وہ ممبر مجلسوں (ق م) ۔۔۔ [پرُوٹنائیس] کا پریزیڈنٹ تھا تو اُس نے مشتعل شدہ مجمع کے شور و غل کو فرو کیا اور افسروں پر گئے ناجائز فتوے پر اعتراض کیا۔ بعدہ یہہ تسلیم کیا گیا تھا کہ سقراط اس معاملہ میں درست تھا۔ دو اور مواقع پر جب اُس نے تیسوں کے حکموں کا مقابلہ کیا تو تمام صحیح خیال والے آدمی اُس کی طرف تھے۔ یعنی ایک دفعہ تو اُس وقت جبکہ اُس نے اُس فیصلہ کا جو "فن الفاظ کی تعلیم دینے" کے برخلاف دیا گیا تھا اُتھلا پن اور حماقت کو منکشف کر دیا تھا اور ایک دفعہ اُس وقت جبکہ اُس نے لیون کو سلامیس سے لا بہکا نا کہ اُس کو آئینے میں ناواجب سزا دیجائے انکار کیا تھا +

اُس کے برخلاف تعصب پیدا ہو جانے کے اسباب

مگر ان موقعوں پر سقراط کے شریف سلوک کے عوض میں صاف ظاہر ہی کہ اُس کے بعض ہموطنوں کے دلوں میں اُس کے برخلاف بتدریج ایک بڑا تعصب پیدا ہو رہا تھا اور وے جو اُس کے سوالات سے تو ڑے مروڑے گئے تھے مع اُن دیگروں کے جن کی عداوت کی زیادہ تر عمیق وجہ تھی عام سبب اُس کے تعصب کے تھے۔ اگر سقراط مدبرانہ زندگی سے صرف احتراز ہی

تدابیر سلطنت سے اسکا تنفر

کرتا تو اہلِ آتھینے اُسے بخش دیتے اگرچہ یہہ بات بھی ایسی سلطنت میں جہاں ایسے احترازکی
علانیۃً یہہ سزادیجاتی تھی کہ ملکی حقوق ایسے شخص سے چھین لئے جاتے تھے معیوب نظرآتی ۔
مگر اُس کے علانیہ حملوں کا جو اُس نے جہالت کی فوقیت پر کئے تھے نہایت ہی اثر ہوا ہوگا
اِلسی بیاڈیز اور کیرٹیاس کے ساتھہ اسکا تعلق کیونکہ وہ تو بالکل راست سمجھے جاتے تھے ۔ اور
اُن کے درمیان جو سقراط کے ساتھہ اُنس رکھتے بعض ایسے اشخاص تھے جن کو اہلِ آتھینے
بنظرِ حقارت دیکھنے کی وجہ رکھتے تھے ۔ اِلسی بیاڈیز کی قابلِ تحسین قوتیں اپنے ہموطنوں
کو فروتن بنانے اور اپنے آپ کو سرفراز کرنے کے واسطے استعمال کی گئی تھیں اور
اُسکا میلان چیدہ آدمیوں کی حکومت کی طرف کیرٹیئس نے آتھینے کو خون میں غرق کر دیا تھا ۔
سقراط کے دوستوں میں سے چند اشخاص جمہوری سلطنت کے حامی تھے فقرہ
x a λ o s κ a γ a θ o s (کالاس کاگاتھاس) (خوبصورت اور عمدہ) جو سقراط کا تکیہ
کلام تھا چیدہ آدمیوں کی حکومت پر دلالت کیا کرتا تھا ۔ سقراط خود ایک "فلسفانہ موجد"
تھا ۔ اور ایک بیزار شخص جو اس بات کو نامنظور کرتا تھا کہ عوام الناس کسی سلطنت
کے نظم و نسق میں ہاتھہ ڈالیں ۔ مگر بہت سے فلسفانہ موجدوں کیمانند اُس نے
مختلف قسموں کے چیدہ آدمیوں کی حکومت کی اصلیت کے خیالات کی حمایت کی ۔
اب ۳۹۹ میں صرف چار ہی برس ہوئے تھے کہ جمہوری سلطنت کو آتھینے کے
درمیان بڑی ظفریابی کے ساتھہ تھرسیبی بولس نے از سرِ نو قائم کیا ۔ اور قریب اسّی
برس کے بعد جیسے ٹھیک اُسوقت جبکہ سکندر فوت ہوگیا اہلِ آتھینے کو اسطاطالیس

کے برخلاف جو سکندر کا پہلا اُستاد تھا الزام لگا کر اپنے بغض دیرینہ کے نکالنے کا موقع ملا۔ اسی طرح اب اِس از سرِ نو بحال شدہ جمہوری سلطنت نے بھی ایک فدیہ طلب کیا اور سقراط سے بڑھ کر کون زیادہ تر موزوں فدیہ تھا جو کرٹیئس اور السی بیاڈیز کا اُستاد مانا جاتا تھا اور جو خود بھی جمہوری سلطنت کا ایک مشہور دشمن تھا؟ ہر دو حالت میں الزام بے دینی کا تھا۔ یعنی ایک ایسا الزام جس کی ہر زمانہ میں تردید کرنی دشوار ہی خصوصاً عمل کنندہ لوگوں کے روبرو ایک شخص کے لئے جو صرف خیال ہی کرتا ہو جس کے سامنے دینداری اور درست خیالی ہم معنی اصلاحیں ہیں +

اُس کی آزمائش — پس ایسا موقع ہوا کہ ۳۹۹ میں ناگہاں اور بلا کسی ماقبل اطلاع کے سقراط آزمایا گیا۔ اُسکا ملزِم ملیتس تھا۔ یہہ شاید اُس شاعر کا بیٹا تھا جس کا تمسخر ارسٹوفانیس نے فروگس میں کیا ہی۔ یہہ ایک بیہودہ اور جوان آدمی تھا اور ایسا معلوم ہوتا ہی کہ شاعروں پر حملے کرنے کے سبب سے سقراط کے برخلاف جوش میں

اُس کے ملزم — آیا ہوا تھا اُس کے ساتھ انوٹس اور لوکون بطور مدعی کے شریک تھے۔ مؤخرالذکر کی بابت کچھ معلوم نہیں ہی مگر صرف اِتنا کہ وہ زبانی فصحا کا سرگروہ تھا۔ برعکس اس کے انوٹس اُس زمانہ کے نہایت ہی مؤثر اور ہردلعزیز آتھینویوں میں سے ایک تھا۔ اُسکا پیشہ دباغی تھا اور وہ آتھینوی جمہوری سلطنت کا بڑا حامی تھا۔ اور رئیسوں کو پایمال کرنے اور قوم کی حکومت کو از سرِ نو قائم کرنے میں اُس سے بڑھکر کوئی بھی تھرسیبیولس کا رفیق نہ تھا۔ اور اگرچہ وہ صرف برائے نام مدعی تھا

لیکن اصل میں وہ سقراط کے الزام لگانے والوں میں سے نہایت ہی خطرناک تھا۔ اور خصوصاً اسی کے دباؤ اور جدوجہد سے سقراط پر فتویٰ لگایا گیا تھا۔

> از روئے نالشنامہ یہ الزام لگا تھا (ا) کہ وہ جوانوں کو بگاڑتا ہی

نالشنامہ کے دو ترجمے ہیں ایک تو وہ جو ڈایوگنیس لائرٹیس (۲: ۴۰) میں اور دوسرا معذرت نامہ میں محفوظ ہی۔ پہلا جو فیوربنیس کی سند پر مبنی ہی حسب ذیل ہی "میلیتس بن میلیتس بن پتھیوس نے سقراط بن موفرالسکس بن الوپیکیھن کے برخلاف یوں نوشت کی اور نالشنامہ تحریر کیا۔ سقراط ناراستی کرتا ہی۔ اُن دیوتاؤں کو جنہیں شہر مانتا ہی وہ نہیں مانتا۔ اور دوسرے نئے دیوتاؤں کو داخل کرتا ہی۔ اور جوانوں کو بھی بگاڑ کر ناراستی کرتا ہی۔ تعزیر موت ہی"۔

> (ب) اور بیدینی کرتا اور مذہبی اختراعات پیدا کرتا ہی

دوسرے نالشنامہ میں فرق صرف اتنا ہی کہ اس میں صرف الزاموں کی ترتیب الٹی ہوئی ہی" وہ کہتا ہی کہ سقراط ناراست شخص ہی اور جوانوں کو بگاڑنیوالا ہی۔ اور اُن دیوتاؤں کو نہیں مانتا جن کو شہر مانتا ہی بلکہ اور دیوتاؤں کو (معذرت نامہ ۲۴ ب)۔

نالشنامہ کا وہ حصہ جو کرون صاحب کے قول کے بموجب اصل میں بڑا ضروری ہی یہ الزام تھا کہ وہ جوانوں کو بگاڑتا ہی۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہی کہ بیدینی کا الزام صرف اُسپر اِس لئے لگایا گیا تھا کہ اِس زیادہ تر سخت الزام کو قانونی استحکام دیا جاوے۔ زنوفن اور افلاطون نے نالشنامہ کے اُس حصہ کی بہ آسانی تردید کی ہی جس میں اُسپر یہ الزام لگایا گیا ہی کہ وہ اُن دیوتاؤں کو نہیں مانتا جس کی عبادت اُس کے

الہی نشان یا [illegible] ہم وطن کرتے ہیں۔ اور نئے دیوتاؤں کے داخل کرنے کا الزام ایک
غلط فہمی پر مبنی تھا جس میں اغلباً مصنف شریک نہ تھے۔ وہ الہی نشان یا آواز جس کا
سقراط نے اکثر ذکر کیا ہے کہ وہ اسکو کسی ایسے فعل کے کرنے سے روکا کرتی تھی جو اسکو بالضرور
متعصب ثابت کرتی کوئی دیوتا نہ تھا مگر ایک قسم کا [illegible] (مانٹیکے) یعنی کلام الہی
تھا جو سقراط کے زعم کے مطابق اس کے لئے اور چند دیگروں کے لئے اگر کوئی ہو محفوظ
تھا تاکہ الہی حفاظت کا خاص ثبوت ہو۔ قطع نظر اس تمام بیان کے جو اس مضمون پر
لکھے گئے ہیں مجھے صاف معلوم ہوتا ہے کہ سقراط اپنے الہی نشان کو خدائی طرف سے ایک
خاص مکاشفہ تصور کرتا تھا۔ اور اس بات کی تحقیق کی کچھ ضرورت نہیں کہ خواہ اصالتاً یہ
حقیقت کی ندا تھی۔ جو مدت دراز کے تجربہ سے پیدا ہوئی تھی یا کانشنس (ضمیر) کی
مانند کوئی اور شئے تھی بقول دیگروں کے۔ کیونکہ وہ شخص جس نے کسی فعل کی اخلاقی
خاصیت کا اندازہ کیا ان دونوں کے درمیان بمشکل امتیاز کرسکا ہوگا۔ اور اس آواز
کے ہونے کی بابت ہو سکتا ہے کہ ڈاکٹر جکسن کی رائے درست ہو کہ سقراط حس سمع
کے دھوکے میں آگیا تھا۔ کیونکہ افلاطون اس نشان کو اکثر آواز کہتا ہے۔ لیکن چونکہ زینفن
اسکا ایسا ذکر نہیں کرتا اور اس سبب سے کہ وہ صورتیں شاذ ہوتی ہیں جن میں کہ حس
متخیلات کی وجہ سے دیوانگی پیدا نہیں ہوتی تو ہو سکتا ہے کہ یہ محاورہ صرف بطور استعارہ
ہو۔ ... لیکن اگرچہ یہ صریح امر ہے کہ سقراط اس الہی نشان کو دیوتا نہیں سمجھتا تھا
اس لئے اس سے مراد کم از کم ایک مذہبی تجدد تھی اور اس صورت میں یہ تجدد ذاتی خصوصی

کو جو سقراط کو اُن حیلوں کی وجہ سے سزا دینی چاہتے تھے جو وہ اعلیٰ نیکی کی بابت رکھتا تھا
اور جو ایسے دعویٰ میں شامل نظر آتی تھی ایک معقول وجہ مل گئی ہوگی۔ اور نہ اہل اٰتھینیے
اِس الٰہی نشان کو برداشت کرنے کی طرف مائل ہوئے ہونگے جبکہ سقراط نے مدبرانہ
زندگی بسر کرنے سے احتراز کرنے کا موجب اسی کو پیش کیا۔ لیکن اصلی الزام جوانوں

جوانوں کو بگاڑنیکا الزام

کو بگاڑنے کا تھا۔ وہ جرائم جو اِلسی بیاڈیز اور کرٹیاس نے کئے
تھے اور نیز وہ بے باکیاں جو اُس کے سرگرم جوان پیروان نے کیں سب کی سب
اُسپر عائد کئے گئے۔ ہو سکتا ہے کہ سقراط کے انصاف کرنیوالوں کے درمیان بھی بعض
تھے جو سچ مچ وطن دوست اور تنگ خیال والے لوگ تھے اور جنہوں نے محسوس
کر لیا کہ سقراطی طریقہ کا منطقی طرز قدیم اٰتھینوی زندگی کو بالکل تبدیل کر ڈالنے کے لئے
کچھ کم نہیں ہے۔ ہاں! جنہوں نے جوانوں کو بڑے قلق کے ساتھ دیکھا کہ وے بلند پرواز
تقریری غرور سے سے پر ہیں نہ کہ سقراط کی سنجیدگی سے اور قدیم خیالات اور یقین کہ جن
میں کہ مراتھون کے لوگ پلے تھے جوان کُتوں کی طرح پھاڑتے اور چیرتے ہیں۔ اگر وے
جھوٹے اور سچے نبی میں امتیاز نہ کر سکتے تھے اور نہ یہہ جان سکتے تھے کہ اٰتھینے کا صرف
اِسی میں بھلا ہے کہ چال چلن کی بنیاد کی محلس سے علم تک چھان بین کی جاوے تو وے
صرف اسی بات میں اپنی حالت اور زمانہ کے غلام تھے +

اُس کی آزمایش

ایک عدالت کے روبرو جس میں ۵۰۱ ہلیاسٹ ہوتے تھے
اُس کی آزمایش ہوئی۔ مقدمہ کی پیروی میں جو تقریریں کی گئیں اُن کی بابت اُس

بیان سے بڑھکر جو افلاطون کے معذرت نامہ اور زنوفن کی یادگار سقراط سے دستیاب ہو سکتے ہیں ہمارے پاس کوئی اور بیان نہیں ہی۔ زنوفن اور افلاطون کی ایک بے سیاق تالیف ہی۔ یہہ کہنا مشکل ہی کہ آیا (جیسا کہ گروٹ صاحب خیال کرتا ہی) تینوں الزام لگانے والوں میں سے ہر ایک نے اپنی اپنی تقریروں میں ایک ہی مضمون پر بحث کی ہی یا نہیں یعنی کہ ملیتس نے خصوصاً مذہبی الزام لگائے اور انوتس نے لوگوں کے ساتھہ ہوکر مدبرانہ الزام جمائے۔ زنوفن عموماً مقدمہ کی طرف صرف بطور نالش کنندہ کے اشارہ کرتا ہی۔ زنوفن کی دانست میں الزام لگانے والوں کی تقریروں میں چار باتیں قابل ذکر معلوم ہوتی ہیں۔ پہلے یہہ مقولہ ہی کہ سقراط نے اِس بات پر لگاتار

مقدمہ کی تقریریں

طعنے دے دیکر کہ منصفان قرعہ اندازی سے چنے جاتے ہیں آتھینے کے قوانین اور حکومت کو اپنے پیرؤں کی نظر میں حقیر بنا دیا۔ یہہ الزام سقراط کی نسبت یکساں سچ اور عزت بخش ہی لیکن دوسرا زیادہ نادرست۔ زنوفن اس بات کا مقر ہی کہ سقراط ایک زمانہ میں کریٹیاس اور السی بیاڈیز کا رفیق تھا مگر وہ بخوبی استدلال کرتا ہی کہ یہہ دونوں مشہور آدمی اُس کی صحبت میں اِس لئے اکثر رہتے تھے کہ مباحثہ میں سہولیت حاصل کریں نہ اِس لئے کہ اپنی اخلاقی ترقی کریں۔ جب تک کہ وے سقراط کے ساتھہ رہے وے اپنی بُری خواہشوں کو دباتے رہے اور سقراط نے اُن کی جوانی میں اُن کو معتدل بنانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ تیسرے یہہ کہا جاتا تھا کہ سقراط بیٹوں کو اپنے والدوں کے برخلاف اور لوگوں کو اُن کے دوستوں سے باغی کر دیتا تھا یہہ اصرار کر کے کہ نفع ہی

دوستی اور عزت کی قائم بنیاد ہی۔ زینوفن بتلاتا ہی کہ یہہ بنیاد غلط ہی۔ سقراط کا مقصد اصالتاً اس بات کو ثابت کرنا تھا کہ بیوقوفی اُس وقت بھی جبکہ باپ یا دوست سے ظاہر کیجاوے ہر صورت میں عزت کے لائق نہیں ہی۔ آخری الزام کا زینوفن نے ذکر کیا ہی اور بھی نادرست ہی۔ بہ اطمینان کہا جاتا تھا کہ سقراط مشہور شاعروں سے فاسد خیالات اقتباس کر کے اپنے پیروؤں کو ناراست اور ظالم بن جانے کی تعلیم دیتا تھا۔ ہسیئڈ کی وہ سطر جسکو سقراط نے دیانتدار محنت کی تعریف میں اقتباس کیا تھا کہ

محنت کی ہرگز بدنامی نہیں لیکن بیکاری کی تو بدنامی ہوتی ہی +

عرضی دعوی میں اس کی بابت یہہ کہا گیا ہی کہ سقراط اس سطر کو مروڑ مراڑ کر ہر قسم کے کام کے جواز پر عائد کرتا تھا خواہ وہ کام کیسا ہی ناراست اور بداخلاق کیوں نہ ہوتا۔ سقراط ہومر کی نظم میں سے اُن شعروں کو اقتباس کر کے جن میں یہہ بتلایا گیا ہی کہ اوڈیسیوس شہر ٹرائے کے مقابلہ پر یونانی فوج کے بے لگام دستہ اور قطار کو سرزنش کر اور مار رہا ہی اس بات پر بھی زور دیا کرتا تھا کہ سلطنت میں علم کو فوقیت دینی چاہئے۔ اور اس کو اُسی شخص میں جس کی تمام زندگی کل وجود کو مفت اخلاقی تعلیم دینے میں گذری جمہوری سلطنت کے برخلاف خیالات ہونیکا ایک ثبوت گردانا گیا تھا +

سقراط کا عذر

سقراط کے عذر کی صورت اُس کی آزمایش کی خاص خاصیت کے ذریعہ معتین کی گئی تھی۔ عزت کے (یا ازالہ حیثیت عرفی کے) مقدمہ میں مدعاعلیہ پر یہہ واجب ہوتا تھا کہ پہلے اصلی الزام کی بابت عذر کرے۔ اور اگر وہ اُس میں مجرم ثابت ہوگیا تو

اُس سے یہہ طلب کیا جاتا تھا کہ اُس تعزیر کے مقابل میں برعکس تعزیر تجویز کرے جو ملزم نے طلب کی منصفت کا یہہ فرض تھا کہ ان دونجاویز میں سے کسی کو پسند کرلے۔ اگر ہم افلاطون معذرت نامہ پر اعتبار کریں تو ظاہر ہوگا کہ سقراط نے موت کے فتوے کے دئے جانے کے بعد تیسری تقریر بھی کی تھی جس میں اُس نے آزمایش کے ڈھنگ کی نظر ثانی کی اور موت کے مقابل میں اپنی امید ظاہر کی ✦

کیا افلاطونی معذرت نامہ تاریخی ہی؟ یہہ اب دریافت نہیں ہو سکتا کہ سقراط کا معذرت نامہ کہانتک اُن تقریرات سے مشابہت رکھتا ہی جو بذاتہ سقراط کی زبان سے نکلیں۔ یہہ بخوبی ظاہر ہی کہ سقراط نے اپنے الٰہی نشان کی فرمانبرداری میں اپنے بچاؤ کے لئے کوئی تیاری نہیں کی۔ اور کوئی شخص یہہ یقین نہیں کرسکتا کہ افلاطون کا معذرت نامہ فی البدیہہ تقریر ہو سکتی ہی۔ نہایت اغلب خیال یہہ ہی کہ افلاطون نے اِس معذرت کی بڑی بڑی صورتوں کو محفوظ رکھا اغلباً ویسے ہی جیسے تھوسی ڈیڈس اپنی تمام تواریخ میں منتشر شدہ تقریرات کی بابت عمل کرنے کا دعوی کرتا ہی۔ عبارت کی عمدگی اور خوبصورتی اور ہنرمندی کے ساتھہ اُسکے حصص کو ایکدوسرے کے بعد رکھنا اور بڑی پُراثری اور عظمت کی باتیں افلاطون نے فراہم کی ہیں۔ مگر معذرت نامہ اپنی خاص صورتوں میں ٹھیک وہی ہی جسکو ہرایک شخص جانتا ہی کہ اُسی سقراط نے رکھی ہیں جس کا ذکر یادگار سقراط میں ہی۔ اغلب ہی کہ افلاطون نے اِس تقریر کو آزمایش کے بعد فوراً ہی لکھہ لیا جبکہ سقراط کے الفاظ اُسکے ذہن میں ابھی تازہ ہی تھے ✦

سقراط پر موت کا فتوی لگایا گیا | آزمایش کا نتیجہ وہی تھا جس کی امید ہو سکتی تھی۔ سقراط اکثر مضمون

کی اتفاق رائے سے مجرم قرار دیا گیا۔ یہہ اتفاق رائے سزائے موت کے لئے بہت تھی۔ اگر سقراط تابعدار روش اختیار کرتا اور اپنے منصفوں کی رحمت کی دہائی دیتا تو وہ رہا ہو جاتا۔ مگر وہ جانتا تھا کہ موت ایسے بچاؤ کے جلال کی ایک ادنیٰ سی قیمت ہے+

حاصل کلام

معذرت نامہ کا لہجہ اُس بلند پروازانہ اور بیباک نصیحت کا ہے جو ایک نبی کے ہونٹوں سے نکلی جس نے اپنے خون سے اپنی گواہی پر مُہر لگائی تھی۔ اُسکے لئے موت جو تیز رفتار اور بے دُکھ ہے کچھہ خطرے کی بات نہ تھی۔ راست آدمی پر نہ تو موت میں اور نہ زندگی میں کوئی حادثہ ہو سکتا ہے۔ چونکہ یہہ آزمایش اُس سفارت کے قریب واقع ہوئی تھی جو سال بسال ڈیلس کی طرف ہوا کرتی تھی اور جن کی غیر حاضری میں آتھینے کے درمیان کسی مجرم کو سزائے موت نہ دیجاتی تھی اسی لئے فتوی اور اُس کی تعمیل کے درمیان تیس دن کا عرصہ پڑگیا تھا۔ اس اثنار میں سقراط قید کے درمیان اپنے دوستوں سے ملتا رہا اور آگے کی طرح اُنکے ساتھہ نیکی اور نیک زندگی پر گفتگو کرتا رہا۔ بچاؤ کے اُس موقعہ سے جو کرٹیاس تقاضئہ محبت نے اُسکو عطا فرمایا تھا فائدہ اُٹھانے سے انکار کرکے اُس نے اپنی صداقت اور عدالت کا ایک اور ثبوت دیدیا۔

جیسے وہ بغیر کسی خود نمائی کے دینداری اور نیکوئی میں زندگی بسر کرتا تھا وہ موت تک بنا رہا۔ ایسے جلیل انجام پر افسوس کرنیکی کوئی بھی وجہ نہیں ہے۔ شاید یہہ اُسکی قسمت میں تھا اور جسکو افلاطون کبھی ایسا ہی خیال کرتا ہے کہ وہ شخص جسنے لوگوں کو مجلس اور اختیار کی بیڑیوں سے رہا کرنے اور اُنکو غار میں سے نکال کر دن کی صاف روشنی میں لیجانیمیں جد و جہد کی اُنہیں لوگوں کے ہاتھ سے ہلاک ہو جنکے بچانیکے لئے وہ آیا تھا لیکن ایسی قسمت پر کسکو غمر اض ہوگا جسنے سقراط کو ایسی پاک امن اور بلند پروازانہ وفات اور ہمکو معذرت نامہ

[illegible]

معذرت نامۂ سقراط

حصّہ اول فیصلے سے پہلے

(تقریر اول)

ابواب ۱ سے ۲۴

مقدمہ کتاب او ۲ ابواب

> ۱۷ اے آتھینے والو مجھہ سے فصاحت کی امید مت رکھو مگر صرف یہہ خیال کرو کہ آیا میرے عذر درست ہیں یا نہیں

ا- اے آتھینے[1] والو! جو کچھہ کہ میرے مدعیوں سے تم پر اثر ہوا ہے مجھے اُس کی خبر نہیں - میں تو اپنے آپ کو قریباً بھول ہی گیا ہوں - اور وے ایسے ترغیبی طور پر بولتے ہیں - اور جیسا کہ ہم کہہ سکتے ہیں اُنہوں نے کبھی ایک بات بھی سچ نہیں کہی - لیکن اُن کی بہت سی لغویات میں سے خصوصاً ایک جس نے مجھے نہایت حیرت میں ڈال دیا ہے یہہ ہے کہ اُنہوں نے کہا کہ تم کو میری طرف

ب سے خبردار رہنا لازم ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ تم مجھہ سے دھوکا کھا جاؤ کیونکہ میں طرار سقرر ہوں - میں نے خیال کیا کہ یہہ اُنکے لئے نہایت بے شرمی کی بات ہوگی جبکہ وے میرے ذریعہ عملاً

---

[1] سقراط نے معمولی خطاب اے منصفو! اُن ججوں کے لئے محفوظ رکھہ چھوڑا تھا جنہوں نے اُسکے طرفدار ہوکر فیصلہ دیا تھا ۴۰ ا د ۴۰ ہ و ۴۱ ج

ملامت اُٹھاوینگے جسوقت میں یہہ ثابت کردونگا کہ مَیں کسی نہج سے طرّار مقرر نہیں ہوں۔
مگر اُس حالت میں کہ وے حق گو کو طرّار مقرر[۵۱] کہیں۔ کیونکہ اگر اُن کا یہی مطلب ہے تو میں اقرار
کرتا ہوں کہ میں اس طرز کا فصیح نہیں ہوں۔ پس جیسا کہ میں کہتا ہوں انہوں نے بھی
بہت ہی کم یا مطلقاً کوئی بھی حق بات نہیں کہی لیکن تم مجھ سے تمام حقیقت سن لوگے۔
ای آتھینے والو! اُن لوگوں کی مانند تم مجھ سے الفاظ و محاورات سے آراستہ و پیراستہ تقریرات
جیسے کہ اُن کی ہیں ہرگز نہ سنوگے بلکہ وہی الفاظ جو فی البدیہہ میری زبان سے نکلینگے۔ کیونکہ
مجھ کو یقین ہے کہ جو کچھ میں کہتا ہوں راست ہے۔ اور تم میں سے کوئی کسی اور طرح کا ج
خیال نہ کرے کیونکہ ازروئے شعور یہہ بھی صورت سے مناسب نہیں کہ میری جیسی عمر کا شخص ایک
لڑکے کی مانند بنی و سجع تقریروں کے ساتھ تمہارے سامنے حاضر ہو۔ ہاں! اور ای آتھینے
والو! میں تم سے خصوصاً یہہ عرض اور منت کرتا ہوں کہ اگر تم مجھے ان باتوں کے وسیلے عذر
کرتے ہوئے سنو۔ جیسا کہ بازار میں اور صرافوں کی میزوں[۵۲] پر میرے بولنے کی عادت ہے۔ جہاں پر
کہ تم میں سے بہتوں نے مجھے بولتے سنا ہے اور دیگر مقامات میں بھی۔ تو نہ تو شور کرنا اور نہ
متعجب ہوتا۔ کیونکہ حقیقت یوں ہے کہ میری عمر اب ستّر برس کی ہے اور یہہ پہلی ہی مرتبہ ہے کہ د

---

۵۱ اس کی زیادہ تشریح سقراط نے ۱۱۸ میں کردی ہے کہ فصیح وہ ہے جو سچ بولتا ہے ۵۲ یہہ میزیں صرافوں اور
ساہوکاروں کے تختے تھے جنپر وہ نقدی رکھا اور شمار کیا کرتے تھے۔ اور یہہ میزیں بازاروں میں رکھی ہوئی ہوتی
تھیں اور یہہ اُن لوگوں کا خاص مرجع تھا جو روزمرّہ کا برتاؤ دیکھنا چاہتے تھے؛

میں عدالت کے رُوبرُو حاضر ہوں[۱]۔ پس مجھے اس جگہ کا طریقۂ تقریر بالکل نرالا معلوم ہوتا ہی
اور اگر میں فی الحقیقت اجنبی ہوتا تو تم مجھے اُس بولی اور طریق میں کلام کرنے کے سبب سے
معاف کر دیتے جس میں میں نے تربیت پائی ہی۔ اور اب بھی میں تم سے واجبًا یہہ عرض
کرتا ہوں۔ کیونکہ یہہ مجھے راست بھی معلوم ہوتا ہی۔ کہ میری تقریر کا طریقہ خواہ بُرا ہو خواہ ۱۸
بھلا۔ تم اپنی توجہ کو اِس بات کی طرف مبذول فرماؤ کہ آیا میں درست کہتا ہوں یا نہیں۔
کیونکہ منصف کی خوبی تو یہی ہی جیسے فصیح کی خوبی سچ بولنا ہی +

میرے مدعی دو قسم کے ہیں یعنی پُرانے اور نئے اور میں پہلے پُرانے مدعیوں کی تردید کرونگا

۲۔ پس ای آتھینے والو! مناسب ہی کہ میں پہلے تو اپنے
پہلی قسم کے جھوٹے الزاموں اور مدعیوں کی بابت
اور پھر دوسری قسم کے الزاموں اور مدعیوں کی بابت عذر کروں۔ کیونکہ تمہارے سامنے
ب میرے بہت سے اور پُرانے مدعی گذر چکے ہیں اور اب بہت برس ہو لئے ہیں کہ اُنہوں نے
کبھی بھی سچ نہیں کہا جن سے کہ میں آنوٹس اور اُس کے رفقا کی بہ نسبت جو نیز بڑے
خوفناک ہیں زیادہ تر ڈرتا ہوں۔ مگر ای دوستو! زیادہ تر ہیبتناک وہی ہیں جنہوں نے
تم میں سے بہتوں کو لڑکپن ہی سے اپنے قابو میں کرکے ترغیب دے رکھی ہی اور مجھ پر
اُنہوں نے کبھی ایک بھی سچا الزام نہیں لگایا۔ اور وہ الزام یہہ ہی کہ کوئی دانا شخص بنام

---

[۱] اس سے ظاہر ہی کہ سقراط قبل از مسیح ۴۶۹ برس میں پیدا ہوا تھا۔ یونانی میں ہی اُپی ڈِکاسٹیری اُن آنا
بانے نائے" جس کے معنے ہیں "عدالت پر چڑھنا" یعنی اُس تختہ پر چڑھنا جہاں سے مدعی اور مدعا علیہ گفتگو
کیا کرتے تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہہ اشارہ ہی عدالت گاہ کے مکان کے بلند پشتے کی طرف جس پر مکان بنا ہوا تھا۔ مگر
یہہ عام محاورہ تھا عدالت میں حاضر ہونے کا +

سقراط ہی جو اجرام فلکی کی بابت غور کرتا ہی اور تحت الارض اشیاء کی تحقیق کرتا ہی اور بری
بات کو بہتر بنا کر دکھلاتا ہی - ای آتھینے والو! یہی جنہوں نے میرے برخلاف شہرت پھیلا ج
دی ہی میرے بڑے خوفناک دشمن ہیں - کیونکہ اُن کے سامعین ایسی باتوں کے محققین
کی بابت خیال کرتے ہیں کہ وہ دیوتاؤں کو بھی نہیں مانتے - اور وے بہت سے ہیں
اور مدت سے الزام لگا رہے ہیں اور تمہارے ساتھ ایسی عمر میں گفتگو کرتے رہے ہیں
جس میں کہ تم نے خصوصاً اعتبار کر لیا - کیونکہ تم اُس وقت لڑکے تھے اور تم میں سے
بعض بچے تھے - اور جبکہ وہ مجھپر الزام لگا رہے تھے تو جواب دینے والا مطلقاً کوئی
نہ تھا - اور سب سے زیادہ نا گفتنی بات یہہ ہی کہ میں نہ تو اُن کے نام جانتا ہوں اور نہ د
اُنکی بابت کچھ کہہ سکتا ہوں - ماسوائے ایک قوموڈی[۵] شاعر کے جو اتفاق سے یہاں
حاضر ہی لیکن جنہوں نے حقارت اور تعصب سے تمہیں اُسکانے کی کوشش کی ہی

---

[۵] یہہ لفظ دو یونانی الفاظ کوموڈیا اور پائیاس یعنی شاعر سے مرکب ہی اور کوموڈیا ایک قسم کے گیت یا نظم تھی
جنکا آغاز ڈایونیسی اَس کی اُن عیدوں کے وقت ہوا جو موسم سرما میں ہوا کرتی تھیں لفظ کوموڈیا کے معنی ہیں دیہاتی گیت
یا غزلیں - یونان میں اکثر مشاعرا ہوا کرتا تھا اور جو اُس میں اول نکلتا اُسکو انجیروں کی بھری ہوئی ایک ٹوکری اور مے کا ایک
کوزہ انعام ملتا تھا - اور دستور تھا کہ وہ جو اس قسم کی عیدوں میں حصہ لیا کرتے تھے اپنے چہروں پر مے کی تلچھٹ چپڑا کرتے
تھے یا تو اس سبب سے کہ کوئی اُن کو نہ پہچانے یا اس سبب سے کہ اوروں سے متفرق نظر آویں اِسی لئے یہہ غزلیں
ترغوڈیا یعنی ٹرُگوڈیا کے نام سے نامزد ہو گئی تھیں یعنی تلچھٹ کی غزلیں بعض اس لفظ کو نئی مے کے کوزے (عجم وام ہ ٹرکس)
سے مشتق خیال کرتے ہیں جو کامیاب شاعر کو انعام میں ملتا تھا یعنی نائمی شاعر (مترجم)

اور وے خود بھی دوسروں سے اُسکائے گئے ہیں وے سب ہی میرے ایسے دشمن ہیں جن کا مقابلہ کرنا دشوار ہے۔ کیونکہ تو اُن کو اِس جگہ عدالت میں حاضر کرنا اور نہ اُن کی نکتہ چینی کرنی ممکن ہے۔ بلکہ بالضرور میں اپنا عذر کرتے ہوئے گویا سائے سے لڑنے والا ٹھہرونگا اور ایسے سوالات کا مستفسر جن کا مجیب کوئی نہ ہو۔ پس (جیسا کہ میں کہتا ہوں) تم بھی یقین جانو کہ میرے مدعی دو قسم کے ہیں یعنی ایک تو وہ جنہوں نے اب مجھ پر الزام لگایا ہے اور دوسرے قدیم جن کی بابت میں ذکر کر رہا ہوں۔ اور یقین جانو کہ مجھے پہلے اُن کے برخلاف عذر کرنا ضرور ہے کیونکہ تم نے بھی پہلے اُنہیں کی سماعت کی ہے۔ اور وہ میرے موجودہ مدعیوں کی بہ نسبت زیادہ ہیں۔ خیر! اے آتھینے والو! ضرور ہے کہ میں عذر کروں اور اُس تعصب کو جو تمہارے دلوں میں عرصہ مدید سے ہے اِس مدتِ قلیل میں نکالدوں۔ کاشکہ! یہہ باتیں یونہی ہوں۔ اگر وہ میرے اور تمہارے لئے بھی مفید پڑیں۔ اور کہ میں اپنی عذرت میں کامیاب ہو جاؤں۔ لیکن میں اسکو ایک امر اہم متصور کرتا ہوں اور ممکن نہیں کہ میں اِس کو فراموش کر دوں۔ بہر صورت وہی ہو جو منظورِ خدا ہو مگر ضرور ہے کہ میں عدالت کی اطاعت اور اپنا عذر کروں +

(سقراط اپنے پہلے مدعیوں کے برخلاف عذر کرتا ہے)

۳ سے ۱۰ باب تک

> اُنہوں نے مجھ پر طبعی امور پر غور کرنے اور سب سے بُری بات کو بہتر بنا کر دکھلانے کا الزام لگایا ہے۔ طبعی دان تو میں نہ ہوں اور نہ تھا

۳۔ پس آؤ ہم ابتدا سے شروع کریں اور دیکھیں کہ وہ کونسا الزام ہے جس نے

سبب سے میری بابت یہہ تعصب پیدا ہو گیا ہی۔ اور جس پر اعتماد کر کے ملیتس نے بھی میرے
برخلاف یہہ نالشامہ لکھدیا ہی۔ خیر! میرے تہمت لگانے والوں نے کیا کہکر مجھپر تہمت ب
لگائی ہی؟ پس ضرور ہی کہ میں اُس نالشامہ کو (جو بقسم لکھا گیا ہی) پڑھوں۔ وہ تو
کچھہ اس قسم کا ہی کہ سقراط نامناسب کام کرتا ہی اور زمین کے نیچے کی چیزوں اور آسمان
کی تحقیق کر کے مداخلت کرتا ہی اور بُری بات کو بھلی بنا کر دکھلاتا ہی اور دوسروں کو بھی
اسی قسم کی باتیں سکھلاتا ہی۔ کیونکہ ارسطو فانیس کی قوموڈیہ (ناٹک) میں خود تم نے بھی
پڑھا ہی۔ وہاں ایک شخص بنام سقراط کا ذکر ہی جو اِدھر اُدھر اُچھلتا پھرتا ہی اور کہتا ہی کہ ج
میں ہوا میں پرواز کرتا ہوں۔ اور بہت سی ایسی بیہودہ باتیں بکتا ہی جن کی بابت میں
کم و بیش کچھہ بھی نہیں جانتا۔ اور اگر کوئی شخص اس قسم کی دانائی رکھتا ہی تو میں اس
دانائی کی بابت بحقارت سے ہرگز نہیں بولتا۔ ورنہ میں کہ ملیتس کے اسقدر الزاموں
سے ہرگز بری نہ ہو جاتا۔ کیونکہ اے آتھینے والو! مجھے ان معاملات سے کچھہ بھی سروکار نہیں
ہی۔ اور خود تم ہی میں سے میرے گواہ ہیں اور تم میں سے بہت ایسے ہیں جنہوں نے د
مجھے کبھی نہ کبھی گفتگو کرتے ہوئے دیکھا ہوگا۔ اور آپس میں ایک دوسرے کو سمجھا بجھا بھی
سکتے ہو۔ پس آپس میں سمجھہ لو کہ کیا تم میں سے کسی نے کبھی بھی مجھے ان معاملات کی بابت
کم و بیش کہتے سُنا ہی؟ اور ان باتوں سے تم جان لوگے کہ حقیقت کیا ہی۔ اور ان باتوں
کو بھی جو اکثر میری بابت کہتے ہیں +

اور نہ میں اجرت لیکر مجلسی اور ملکی خوبی کی تعلیم دیتا ہوں جیسے گورگیاس اور دیگر متکلم کرتے ہیں میں ایشیا بات پر فخر کرتا ہوں

ھ۔ لیکن حقیقت یوں ہے کہ ان باتوں میں سے

کچھ بھی سچ نہیں ہے۔ اور اگر تم نے سُنا ہے کہ میں لوگوں کو تعلیم دینے اور اُن سے روپیہ کمانے
۵ کی کوشش کرتا ہوں تو یہ بھی سچ نہیں ہے۔ درحالیکہ مجھے یہ بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اگر
کوئی شخص گورگیاس[1] باشندۂ لیانٹی اور پروڈیکس[2] باشندۂ قیوس اور ہپیّاس[3] اُس باشندۂ
ایلس کی مانند لوگوں کو تعلیم دینے کے لائق ہو۔ کیونکہ اے دوستو! ان میں سے ہر ایک اس
قابل ہے کہ ہر ایک شہر میں جا کر جو اس لائق ہیں کہ اپنے ہی ہم شہریوں سے علیحدہ ہو کر
۲۰ جہاں چاہیں شریک ہو جائیں ترغیب دیتے ہیں کہ اپنی ہی مجلسوں سے کنارہ کش ہو کر
ہمارے ساتھ شامل ہو جاویں اور روپیہ دیں اور مزید براں ہمارے شکرگذار ہوں۔
یہاں ایک اور شخص پیرآس سے آیا ہوا ہے جس کی بابت میرا یقین ہے کہ وہ یہیں رہتا ہے
کیونکہ میں اتفاق سے ایک شخص کے پاس چلا گیا جس نے تمام دیگروں کے مجموعے سے

[1و2و3] گورگیاس باشندۂ لیانٹی واقعہ سسلی پہلے پہل ۴۲۷ قبل از مسیح میں ایتھنز کو گیا جبکہ وہ اُس سفارت کا افسر تھا جو
سیراقس کے مقابلہ میں امداد طلب کرنیکے لئے بھیجی گئی تھی۔ تھوڑے ہی عرصہ بعد وہ ایتھنز میں مقیم ہو گیا اور بڑی بڑی اجرتیں لیکر
یہاں اور دیگر یونانی قصبوں میں لکچر دینے لگ پڑا۔ وہ تھسلی میں سو برس سے زیادہ کی عمر کا ہو کر فوت ہوا۔ اُسکی تصنیف سے
ایک جنازہ پر کی تقریر کے بہت سے پارے اور کئی ایک چھوٹے چھوٹے رسالے جو بڑے فصیح ہیں موجود ہیں۔ اور اُن
سے فصاحت کا وہ بالمقابل اور مرصع طرز ظاہر ہوتا ہے جس کے لئے گورگیاس مشہور تھا۔ بلحاظ فلاسفی کے وہ وسواسی تھا
اور ایلیٹک مدرسہ سے وہی علاقہ رکھتا تھا جو پروٹاگورس ہیراکلیٹس کے مدرسہ سے رکھتا تھا۔ پروڈیکس باشندۂ قیوس جو
سیمونائیڈس کی جائے ولادت ہے گورگیاس سے چند سال چھوٹا تھا اور ہم معنی الفاظ اور فقرات کے استعمال کے
لئے بڑا مشہور تھا۔ اُس کے طرز کی عجیب تضمین کی بابت دیکھو پروٹاگورس ۳۴۳ ا سے ج تک۔ وہ ہردلعزیز
اُستاد تھا اور بڑی اُجرت لیا کرتا تھا۔ اُس کے شاگردوں میں سے تھیرامینیز اور السیبیاڈیز اور یوریپائیڈس اور آئسوکریٹس
تھے۔ یہانتک کہ سقراط بھی پروڈیکس کو اپنا اُستاد کہتا ہے جیسے اسپاشیا اور ڈایوٹیما کو بھی۔ اگرچہ شاید اُسکا یہی مطلب

بھی بڑھکر سوفسطائیوں[1] پر روپیہ خرچ کر دیا ہی یعنی کلیاس بن ہپونکس۔ پس میں نے اُس سے کہا (کیونکہ اُس کے دو بیٹے تھے) کہ اے کلیاس اگر تیرے دونوں بیٹے بچھیرے یا بچھڑے پیدا ہوتے تو ہم اُن کے واسطے ایسے اُستاد رکھتے اور اُن کو اُجرت دیتے جو انہیں اُس خوبی میں جو اُن سے متعلق ہی لائق اور افضل بنا دیتے۔ خواہ وہ سائیس ہوتا خواہ زمیندار۔ ب لیکن وے تو انسان ہیں اور تو اُن کے لئے کونسا اُستاد رکھنا چاہتا ہی؟ کون شخص اُس خوبی کا اُستاد ہی جو انسانیت سے اور بلدیت سے متعلق ہی؟ میں خیال کرتا ہوں کہ تجھے اپنے دونوں بیٹوں کی بڑی فکر ہی میں نے کہا۔ کیا کوئی ایسا شخص ہی یا نہیں؟ اُس نے جواب دیا۔ یقیناً ہی۔ میں نے پوچھا وہ کون ہی اور کہاں کا ہی اور کیا اُجرت لیکر پڑھاتا ہی؟ اُس نے کہا۔ اے سقراط اُس کا نام یوانیس ہی۔ اور وہ پیراس کا باشندہ ہی۔ اور پانچ مینا[2] اُس کی اجرت ہی۔ تب میں نے کہا یوانیس مبارک ہی اگر فی الحقیقت وہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۱ - ہی کہ وہ اُن کے ساتھ بذاتہ ملاقات رکھتا تھا۔ ہیرکلیس کی وہ مشہور کہانی جو چوراہے پر لکھی گئی تھی پروڈیکس کے نہایت ہر دلعزیز لکچروں میں سے ایک ہی۔ ہپیاس باشندۂ ایلیس پروڈیکس کا ہمعصر اور تمام صوفیوں میں سے سب سے زیادہ عالم تھا۔ وہ علم نجوم اور اقلیدس اور حساب اور علم زبان اور موسیقی اور دیوتاؤں کی پیدایش اور تواریخ اور علم قدامت میں اگرچہ درست نہیں تو بھی وسیع دسترس رکھتا تھا۔ اُس نے علم یادداشت کا ایک نظام (ایجاد) کیا تھا۔

حاشیہ صفحہ ھذا۔ [1] اس لفظ کے اصلی معنی ہیں دانا۔ ایک قسم کے فلاسفر تھے جنکا آغاز پانچویں صدی قبل از مسیح میں ہوا تھا۔ وہ اپنے دستور کے موافق شہر بشہر دورہ کیا کرتے تھے اور اُن سب کو جو تعلیم پانا چاہتے تھے تعلیم دیا کرتے تھے اور اُس کے عوض میں بڑا انعام طلب کیا کرتے تھے۔ (مترجم) [2] ایک مینا آجکل کے مروج سکے کے حساب سے جبکہ پندرہ روپئے کا ایک پونڈ ہوتا ہی چھیالیس روپئے دو آنہ کا تھا اور پانچ مینا کے دو سو تیس روپئے ۱۰؍ ہوتے ہیں (مترجم)

اس قسم کا ہنر رکھتا ہی اور ایسی تھوڑی سی اُجرت پر تعلیم دیتا ہی۔ پس میں بھی اگر اس قسم کا علم رکھتا
تو ڈینگیں مارتا اور اُسپر فخر کرتا۔ لیکن آ تھینے والو! مجھے تو اِس قسم کا علم ہی نہیں ہی +

پس مجھہ سے کیوں حقارت کیجاتی ہی؟ میری دانائی کے سبب سے ڈلفی کے کلام الٰہی نے ایکدفعہ مجھے سب لوگوں سے بڑھکر دانا قرار دیا

۵- پس شاید تم میں سے کوئی یہہ کہے
لیکن ای سقراط! بات کیا ہی؟ تیری
بابت یہہ تہمتیں کہاں سے پیدا ہو گئیں ہیں؟ کیونکہ اگر تو عوام کی بہ نسبت کسی نہ کسی
خاص کام میں مشغول نہ ہوتا تو تیری بابت یہہ باتیں اور افواہیں ہرگز نہ اڑتیں۔ پس
ہمیں بتلا کہ حقیقت کیا ہی تاکہ ہم بلا تامل تیری بابت فیصلہ نہ کر دیں۔ میری دانست میں یہہ
د درست سوال ہی اور میں بھی تمہارے روبرو اِس بات کے واضح کر دینے کی کوشش کرونگا
کہ وہ کیا بات ہی جس کے سبب میرا یہہ نام مشہور ہو گیا ہی اور مجھہ پر بہت تہمت لگی ہی۔
اب سُنو شاید تم میں سے کوئی خیال کرے کہ میں تمسخر کر رہا ہوں مگر یقین جانو کہ میں تمہیں
تمام حقیقت بتلا دونگا۔ کیونکہ ای آ تھینے والو! میں نے کسی اور سبب سے نہیں بلکہ ایک
خاص دانائی کے سبب سے یہہ نام حاصل کیا ہی۔ لیکن وہ کس قسم کی دانائی ہی؟ یہہ
وہی دانائی ہی جو انسان کے لئے ممکن ہی۔ ہو سکتا ہی کہ میں حقیقتاً بلحاظ اس دانائی
کے دانا ہوؤں۔ لیکن وہ لوگ جن کی بابت میں ابھی ذکر کر رہا تھا بالضرور اُس دانائی
کے لحاظ سے دانا ہونگے جو انسانی دانائی سے بڑھکر ہی۔ یا میں نہیں جانتا کہ اُسکا
کس طرح بیان کروں۔ کیونکہ میں تو اس کی بابت کچھہ بھی نہیں جانتا۔ اور جو شخص کہتا
ہ ہی کہ میں جانتا ہوں سو جھوٹ بولتا ہی اور مجھہ پر تہمت لگاتا ہی۔ ای آ تھینے والو! اگر میں

شوخی سے بھی بولوں تو مخل نہ ہونا۔ کیونکہ جو کچھ میں کہنے پر ہوں وہ میرا کلام نہیں ہی
بلکہ اُس کا ہی جس کا ذکر میں کرتا ہوں اور وہ تمہارے قابل اعتبار بھی ہی۔ کیونکہ میری اُس دانائی
کی بابت کہ وہ کیا ہی اور کس قسم کی ہی ڈلفی کا دیوتا گواہ ہی۔ اور تم خارلیفن[1] کی بابت تو جانتے
ہی ہو۔ وہ تو جوانی سے میرا بھی دوست رہا ہی اور تمہاری گروہ کا بھی۔ اور اس جلاوطنی[2] ۲۱
میں تمہارے ساتھ گیا اور پس آ بھی گیا۔ تم یہہ بھی جانتے ہو کہ وہ کس قسم کا شخص ہی اور
اپنے عمل میں کیسا زور آور تھا۔ اور جبکہ وہ ایک دفعہ ڈلفی میں گیا تو کلام ربانی سے دریافت
کرنے میں وہ کیسا دلیر تھا (اور اَے دوستو! میں عرض کرتا ہوں کہ دخل نہ دینا) کیونکہ
اُس نے یہہ دریافت کیا تھا کہ کیا مجھہ (یعنی سقراط) سے زیادہ کوئی اَور دانا شخص ہی؟
تو دیوی نے جواب دیا کہ کوئی نہیں۔ اِن باتوں کی بابت اُس کا بھائی شہادت دیگا کیونکہ
وہ خود تو مر چکا ہی +

---

[1] خارلیفن سقراط کا ایک بڑا سرگرم دوست تھا اور فلاسفی کا بڑا اخیر تمند عالم تھا۔ زینوفن کہتا ہی کہ وہ
اُن میں سے ایک تھا جنہوں نے سقراط کی صحبت میں رہنا پسند کیا تاکہ اپنا ہی اخلاقی چال چلن درست
کرے اور فصاحت اور قانونی علم حاصل کرے۔ اور الطیبوں میں اُسکا لقب چمگادڑ ہی کیونکہ اُسکی آواز بہت پتلی
تھی + [2] قبل از مسیح ۴۰۴ میں بعدازاں کہ لیسنڈر نے آتھینے کو سر کر لیا تیس اشخاص کی حکومت شروع
ہوئی۔ فی الجملہ پندرہ سو اہل وطن قتل ہوئے اور پانچہزار سے زیادہ جلاوطن ہوئے دوسرے سال بادشاہ
پوسینی اس کی وساطت سے جلاوطنوں نے تھریسیبی بولس کے ماتحت ہوکر اپنے مخالفین کو شکست دی
اور آتھینے کو واپس آئے +

۶۔ اور اب تم سُنو کہ میں یہہ باتیں کیوں کہتا ہوں کیونکہ ضرور ہی کہ میں تمہیں بتلا دوں کہ کس سبب سے یہہ تہمت مجھہ پر لگ گئی ہی۔ میں نے ان باتوں کو سُنکر اس طرح غور کرنا شروع کیا کہ اس سے خدا کا کیا مطلب ہی؟ اور وہ اُس کی کیا تعبیر کرتا ہی؟ کیونکہ میں بخوبی جانتا ہوں کہ میں ہرگز دانا نہیں ہوں۔ پس اس کا کیا مطلب ہی جب وہ کہتا ہی کہ میں سب سے زیادہ دانا ہوں؟ یہہ تو ممکن نہیں کہ وہ جھوٹ بولے ورنہ وہ صادق نہیں ٹھہرتا۔ اور میں مدت تک حیران تھا کہ اس کا کیا مطلب ہی۔ تب میں برداشتہ خاطر ہوکر اُس کی تحقیق میں یوں مشغول ہوا۔ میں اُن میں سے جو اپنے آپ کو دانا سمجھتے تھے ایک کے پاس گیا یہہ خیال

ب کلام ربانی کو امتحان کرنیکی غرض سے مینے مدبروں کو آزمانا شروع کیا۔ لیکن اگرچہ وہ بھی ویسے ہی نادان تھے تاہم وے اپنے آپ کو دانا سمجھتے تھے۔ مگر میں نے اپنی نادانی کو جان لیا پس اسی لئے میں اُنسے زیادہ دانا تھا

ج کرکے کہ شاید اُس جگہ سے میں کلام ربانی کو غلط ثابت کرونگا اور اُن پر ظاہر کر دونگا کہ یہہ شخص سب سے زیادہ دانا ہے لیکن تو کہتا تھا کہ میں (سقراط) سب سے زیادہ دانا ہوں۔ پس میں نے ایک شخص کو آزمایا (ضرورت نہیں کہ میں اُسکا نام بتلاؤں۔ وہ ایک مدبر تھا جس کی بابت اے آتھینے والو! میں نے تحقیق کرکے کچھہ ایسا ہی پایا) اور اُس کے ساتھہ بات چیت کرکے مجھے یہہ نظر آیا کہ اگرچہ بہت سے لوگ اور خصوصاً وہ خود اپنے آپ کو دانا خیال کرتا تھا مگر نہ تھا۔ تب میں نے اُس پر یہہ ظاہر کر دینے کی کوشش

د کی کہ اگرچہ تو اپنے آپ کو دانا تصور کرتا ہی لیکن تو تو دانا نہیں ہی۔ پس ایسا کرکے میں نے اُس کو اور سامعین میں سے بہتوں کو اپنا دشمن بنا لیا۔ پس جبکہ میں روانہ ہوا تو میں

اپنی ہی بابت سوچنے لگا کہ ہیں تو اس آدمی سے زیادہ تر دانا ہوں۔ کیونکہ ہم دونوں میں سے کوئی شخص اُس شے کو نہیں جانتا جو فی الحقیقت عمدہ ہی۔ لیکن وہ سمجھتا ہی کہ میں جانتا ہوں۔ یہاں تک تو مجھے ایسا معلوم ہوتا ہی کہ میں اُس کی بہ نسبت کسی قدر زیادہ تر دانا ہوں کیونکہ جو کچھہ کہ میں نہیں جانتا اُس کے جاننے کا خیال بھی نہیں کرتا۔ وہاں سے میں ۵ اُن میں سے ایک اور شخص کے پاس گیا جو اپنے آپ کو زیادہ تر دانا سمجھتے تھے۔ اور مجھکو کچھہ ویسا ہی نتیجہ معلوم ہوا۔ اس طرح کر کے میں نے اُس کو بھی اور دیگر بہتوں کو اپنا دشمن بنا لیا۔

میں نے اپنی آزمایش کا طریقہ جاری رکھا اور شاعروں کو پایا | ۷۔ بعد ازاں میں ایک کے بعد دوسرے کے پاس گیا اور یہہ معلوم کر کے کہ روز بروز میرے دشمن بنتے چلے جاتے ہیں میں ناخوش اور رنجیدہ ہو گیا لیکن ساتھہ ہی اس کے مجھے اِس بات کی ضرورت معلوم پڑی کہ سب سے بڑھکر خدا کے حکم کی تعمیل واجب ہی۔ پس میں اُن سبھوں کے پاس گیا جو سمجھتے تھے کہ ہم کچھہ جانتے ہیں اور اِس بات کی تلاش کی کہ کلامِ الٰہی کا کیا مطلب ہی۔ اور اے آتھینے والو! ضرور ہی کہ میں تمہیں حقیقت سے مطلع کر دوں۔ اور مجھے کتّے کی[۹]

---

[۹] کہتے ہیں کہ سقراط کتّے کی اور راج ہنس کی اور سال کے درخت کی قسم کھایا کرتا تھا تا نہ ہو کہ دیوتاؤں کی قسم کھانی پڑے۔ لیکن ۱۲ ا باب ۱۴۲ و سے ظاہر ہے کہ اُس کی ضمیر دیوتاؤں کی قسم کھانے سے بھی اُس کو نہ روکتی تھی۔ اور یہہ بھی ظاہر ہے کہ لوگ سبزی اور دیگر میوہ جات مثلاً انار وغیرہ کی قسم بھی کھایا کرتے تھے۔ اِس قسم کی قسموں کو ہراڈاماتھوس ہارکاس یعنی ہراڈاماتھوس کی قسم۔ یہہ ایک بادشاہ کا نام ہی کہا کرتے

قسم ہی کہ اصل میں نتیجہ یہہ تھا کہ جب میں نے فرمانِ الٰہی کے بموجب تحقیق کی تو خصوصاً وہ جو
۲۲ دانائی میں شہرۂ آفاق تھے اُس سے قریباً بالکل بے بہرہ نظر آئے اور وے جنپر بطور عوام نظر کی
جاتی تھی تعلیم پانے کے بہت ہی محتاج۔ اب میں اپنی اُس آوارگی کی بابت تم پر منکشف کئے
دیتا ہوں جو میں نے کلامِ الٰہی کے بالکل لاردّ ثابت کرنے کے لئے غریب مزدوروں کی طرح
اختیار کی کیونکہ میں مدبروں کے بعد ترغودی[۱] اور دثورمبی[۲] شاعروں اور دیگروں کے پاس

بقیہ حاشیہ ۱۲ صفحہ ۴۶۔ تھے اور خیال کیا جاتا ہی کہ یہہ قسم ست جگ میں کھائی جاتی تھی۔ اسکو ایسٹ تعلیم دی ہی کہ ہر اڈلمانتھوس اپنی رعایا کو دیوتاؤں کی قسم کھانے نہ دیتا تھا مگر کہا کرتا تھا کہ راج ہنس۔ کتے اور مینڈھے وغیرہ کی قسم کھایا کرو۔ پارفری نے سقراط کے اس طریقۂ قسم سے یہہ مطلب نکالا ہی کہ سقراط یہہ خیال کرتا تھا کہ ہر ایک زندہ شئے میں ایک عام اور زندگی بخش روح ہی۔ گمان غالب ہی کہ قسم اصل میں کسی نہ کسی حیوانی عبادت سے متعلق تھی مگر اس بات کا ثبوت نہیں ہی کہ یہہ دستور مصر سے آیا تھا + حاشیہ ۱ صفحہ ہذا۔ اس قسم کی نظم دیوتا ڈایونیسس کی عبادت میں گائی جاتی تھی اور وہیں سے اِس کا آغاز ہی جہاں سے تو مودی نظم شروع ہوئی تھی۔ یہہ نام اغلباً اُن بہروپیوں کی بکری نماشکل سے ماخوذ ہی۔ جو سوانگ بناکر بکری کے بیتوں ہوگا یا کرتے تھے۔ یہہ گیت دثورمبی نظم سے پیدا ہوئے تھے (اسمتھ صاحب کی قدامتِ رومیاں و یونانیاں آرٹیکل ٹریجیڈی مترجم) ۲ یہہ ایک قسم کے گیت تھے جو دیوتا ڈایونیسس کی شان میں گائے جاتے تھے اور اسکے ساتھ ناچ بھی ہوا کرتا تھا اور بانسری بھی بجا کرتی تھی اور اسی سے ترغودی نظم پیدا ہوئی تھی۔ مگر یہہ ناچ اور باجے ترغودی نظم کے ساتھ ساتھ سکندر کے زمانہ تک جاری رہے۔ افلاطون کے زمانہ میں قلینے سیاس اس قسم کے شاعروں میں سے ایک تھا۔ ڈایونیسس کی دثورمبی نظم بعض اوقات خوشی اور بعض اوقات غم کے مضامین سے پُر ہوتے تھے۔ آریون نے اِسکو خوب عروج دیا تھا۔ اِس کے زمانہ سے پہلے یہہ نظم بڑی جوشیانہ اور بے ترتیب حالت میں مستعمل ہوتی تھی۔ مگر کہتے ہیں کہ اسی نے رقص مدور کو ایجاد کیا تھا یعنی کہ پچاس آدمی ایک حلقہ بناکر مذبح کے گرد ناچا کرتے اور اس گیت کو سوال و جوابی طور پر گایا کرتے تھے (ایضاً) +

گویا یہہ خیال کرکے کہ اس جگہہ بخوبی ظاہر ہو جائیگا کہ میں اُن کی نسبت زیادہ تر نا واقف ہوں پس ب
میں نے اُن کی نظمی کتابوں کو لیا جن کی بابت میں نے خیال کیا کہ اُنہوں نے بڑی محنت
سے طیار کی ہیں۔ اور تحقیق کیا کہ اُن کا کیا مطلب ہے اور ساتھہ ہی اس کے مجھے یہہ توقع
تھی کہ میں اُن سے کچھہ نہ کچھہ سیکھہ لونگا۔ ای میرے دوستو! مجھہ کو تمہیں حقیقت حال
بتلانے سے شرم آتی ہے مگر بتلانا ضرور ہے۔ کیونکہ جیسا کہنا واجب ہے۔ سامعین میں یا
سے قریباً ہر ایک شخص اُن مضامین پر جنپر انہوں نے محنت شاقہ اُٹھائی ہے اُن سے
بہتر تصنیف کر سکتے تھے۔ پس میں نے اس عرصہ قلیل میں اُن کی کتابوں کی بابت ج
بخوبی جان لیا کہ جو کچھہ اُنہوں نے تصنیف کیا تھا خردمندی کے ساتھہ نہ تھا بلکہ کسی
طبعیٔ[1] طاقت اور الہام سے تھا جیسے غیب دان اور انبیا کیا کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ
بہت سی عمدہ عمدہ باتیں کہا کرتے ہیں مگر نہیں جانتے کہ ہم کیا کہتے ہیں۔ یہہ شاعر
مجھہ کو کچھہ ایسی ہی حالت میں نظر آئے اور ساتھہ ہی اس کے میں نے یہہ بھی معلوم کر لیا

---

[1] یونانی میں یہ لفظ φυσει (فوسائی) ہے جس سے یہہ مراد ہے کہ شاعر بتلائے ہوئے تصورات کا محض نا واقف حامل ہوتا ہے۔ مقابلہ کرو آیون ۵۳۳ د جہاں شاعر εμπειρω (امپیرون یعنی عامل) نہیں بلکہ ενθεος (ان تھیاس یعنی خدا میں) اور κατεχομενος (کٹ اخامناس یعنی سکھلایا ہوا) کہلایا ہے جس طرح مقناطیس جو نہ صرف خود ہی چھلوں کو اپنی طرف کھینچتا ہے بلکہ اُن کو قوت مقناطیسی بھی دیدیتا ہے اسی طرح شاعر بھی اُن لوگوں کو الہام دیتا ہے جو اُن کی تصنیفات کو نظمی خوش الحانی سے پڑھتا یا عمل میں لاتا ہے۔ افلاطون کسی اور مقام میں کہتا ہے کہ علم عروض مثل عشق اور نبوت کے ایک قسم کا سودا ہے (یعنی پاگل پن) اور کہ شاعر νους (نوس یعنی عقل) سے خالی ہوتا ہے اور صرف ادنی درجہ کی خوبیوں پر فخر کر سکتا ہے یعنی اُن خوبیوں پر جو عوام سے متعلق ہیں+

کہ اُنہوں نے اپنی نظمی تصنیفات کی وجہ سے یہہ بھی خیال کر لیا تھا کہ ہم دیگر معاملات میں بھی اوروں سے بڑھکر دانا ہیں۔ مگر وے نہ تھے۔ پس میں وہاں سے بھی روانہ ہوا اور یہہ خیال کیا کہ میں ان سے بھی گوئے سبقت لے گیا ہوں جیسے مدبروں سے +

ح اور دستکار بھی صرف اپنے ہی زعم میں دانا تھے ۸۔ آخرالامر میں دستکاروں کے پاس گیا مجھے کامل یقین تھا کہ مجھے کو علم طاق نہیں ہے اور میں بخوبی جانتا تھا کہ میں اُن کو بہت عمدہ عمدہ باتوں میں ماہر پاؤنگا۔ اور میرا یہہ نشانہ تیر بہدف تھا۔ بلکہ وہ اُن باتوں سے بھی بخوبی آگاہ تھے جن کو میں نہ جانتا تھا۔ یہانتک تو وہ مجھہ سے زیادہ دانا تھے۔ لیکن اے آتھینے والو! مجھے ان میں بھی وہی نقص نظر آیا جو شاعروں اور نیک ہنرمندوں میں تھا۔ کیونکہ ہر ایک اپنے اپنے ہنر میں ماہر ہونے کی وجہ سے گمان کرتا تھا کہ میں دیگر اُمور میں بھی ماہر ہوں۔ اُن کی اِس غلطی نے دانائی کو اُن سے مخفی رکھا۔ ہ پس میں نے کلامِ الٰہی کی بابت اپنے دل سے یہہ دریافت کیا کہ آیا میں اس بات کو قبول کروں کہ جیسا میں اب ہوں ویسا ہی رہوں۔ اور نہ تو اُن کی دانائی سے دانا بنوں اور نہ اُنکی نادانی سے نادان۔ یا دونوں باتیں اختیار کرلوں۔ پس میں نے اپنے آپ کو اور کلامِ ربّانی کو جواب دیا کہ میرے لیئے یہی بہتر ہے کہ جیسا ہوں ویسا ہی رہوں +

۲۳ میں حقارت اور تہمت کا نشانہ ہو گیا۔ میں جاہل تھا مگر لوگ مجھے دانا کہتے تھے۔ مجھے مدبران کے لیئے بار دیہہ کرانیکی فرصت نہ ملی ۹۔ اے آتھینے والو! میرے اِس جرح و تفتیش

کرنے کے سبب میرے بہت سے سخت اور تند دشمن بن گئے جنہوں نے میری بابت یہہ الزامات مشہور کر رکھے ہیں اور مجھے "دانا" کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ کیونکہ حاضرین ہمیشہ مجھے اُن باتوں کی بابت دانا تصور کرتے ہیں جن میں مَیں اوروں کو قائل کر لیتا ہوں۔ لیکن اَی دوستو! صرف خدا ہی اصالتًا دانا ہی اور اِس کلامِ ربّانی کا یہہ مطلب ہی کہ انسان کی دانائی کم قدر ہی یا بالکل ہیچ۔ اور ظاہر ہی کہ اس کا مطلب یہہ نہیں ہی کہ سقراط دانا ہی بلکہ یہہ کہ اُسنے میرے نام کو بطور نظیر کے استعمال کیا۔ گویا کہ وہ کہتا ہی کہ اَی لوگو! تم میں سے وہی دانا ہی جس نے سقراط کی طرح جان لیا کہ میری دانائی اصل میں کسی لائق نہیں ہی۔ پس میں ابھی بھی اِدھر اُدھر گشت کرتا رہتا ہوں اور فرمانِ الٰہی کے بموجب ہر ایک آدمی کی جسکو میں دانا تصور کرتا ہوں تحقیق و تدقیق کرتا رہتا ہوں خواہ وہ باشندہ ہو خواہ مسافر۔ اور جب مجھے معلوم ہو جاتا ہی کہ وہ دانا نہیں ہی تو میں خدا کے حکم کے مطابق اُن پر ظاہر کر دیتا ہوں کہ تُو تو دانا نہیں ہی۔ اس مشغولیت کے سبب سے مجھے نہ تو شہر کے اور نہ اپنے خانگی معاملات میں کوئی قابلِ تعریف حصہ لینے کی فرصت ہوتی ہی۔ بلکہ مَیں خدائی اس خدمت کے سبب سے درجۂ اتم کے افلاس میں مستغرق ہوں۔

۱۰۔ علاوہ ازیں اُمراء کے جوان جوان لڑکے خصوصًا وے جن کو بڑی فرصت ہوتی ہی یہہ سنکر کہ لوگ آزمائے جاتے ہیں خوش

دولتمند جوان آدمیوں کا ایک گروہ میرے ہمراہ ہوتے اور میری تقلید کرنے لگا جنکے سامعین اب مجھپر اس بات کا الزام لگاتے ہیں کہ میں جوانوں کو بگاڑتا ہوں

ہوتے ہیں اور بمرضی خود میرے پیچھے آتے ہیں اور بسا اوقات وے خود بھی میری تقلید کرتے ہیں اور دوسروں کو آزماکر خوش ہوتے ہیں۔ اور میں خیال کرتا ہوں کہ ایسے بہت سے اشخاص اُن کو مِل جاتے ہیں جن کا زعم ہے کہ ہم کچھ جانتے ہیں مگر یا تو بہت تھوڑا یا مطلق نہیں جانتے۔ پس اِس طرح خود اُنہیں کے وسیلے آزمائے جا کر وے بجائے اس کے کہ اُن سے ناراض ہوں مجھ سے ناراض ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں
د کہ سقراط بڑا نفرت انگیز شخص ہے اور جوانوں کو بگاڑتا ہے۔ اور جب کوئی شخص اُن سے دریافت کرتا ہے کہ وہ کیا کرکے اور کیا سکھا کے جوانوں کو بگاڑتا ہے؟ تو وے لاجواب ہو جاتے ہیں۔ بلکہ جانتے بھی نہیں کہ ہم کیا کہیں۔ اور تاکہ لاجواب معلوم نہ ہوں پیشتر سے وہی الزامات پیش کرتے ہیں جو وے فلاسفروں کے اوپر شروع سے لگاتے چلے آئے ہیں کہ وہ آسمان کی چیزوں اور زمین کے نیچے کی چیزوں پر غور کرتا ہے اور دیوتاؤں کو نہیں مانتا اور بُری بات کو بہتر بناکر دکھلاتا ہے۔ کیونکہ میں خیال کرتا ہوں کہ وے اس بات کا اقرار کرنا نہیں چاہتے ایسا نہ ہو کہ ہمارا پردہ فاش ہو جاوے کہ ہم کچھ جانتے ہیں جبکہ وے کچھ بھی نہیں جانتے۔ پس وے مجھے بڑے غیر تند
ہ اور تند اور شمار میں زیادہ معلوم ہوتے ہیں۔ اور میری بابت بڑی سنتعدی سے اور چکنی چپڑی باتیں بنا بنا کر مدت سے اور اب بھی بڑی تنگ و دَو کے ساتھ الزام لگا لگا کر تمہارے کان بھر دیئے ہیں۔ انہیں وجہوں سے ملیتس اور انوٹس اور لُوکون نے مجھ پر حملہ
۲۴ کیا ہے ملیتس شاعروں کی طرف انوٹس دستکاروں اور مدبروں کی طرف سے اور لُوکون

فصحاء کی طرف سے میرے دشمن بن گئے ہیں - اور ایسا ہی (جیسا کہ میں نے شروع میں کہا) یہہ بھی بڑے تعجب کی بات ہے کہ میں اس تعصب کو جو تمہارے دلوں میں مدت سے پیدا ہو گیا ہے اس تھوڑی سی مدت میں نکال ڈالوں - اے آتھینے والو حقیقت تو یہی ہے جو میں نے تمہارے سامنے بیان کر دی - اور میں تم سے بلا کم و کاست سب کچھہ بیان کئے دیتا ہوں - اور میں بخوبی جانتا ہوں کہ اسی سبب سے میں نے لوگوں کو اپنا دشمن بنا لیا ہے - اور یہہ اس بات کا بھی ثبوت ہے کہ میں سچ بولتا ہوں اور کہ مجھہ پر یہی الزام عائد کئے گئے ہیں اور یہی وجہ ہے - اور اگر تم ان باتوں کی تحقیق اب یا پھر کسی وقت کرو تو ایسا ہی پاؤ گے +

(سقراط ملیتس کے نالشنامہ کے برخلاف اپنا عذر بیان کرتا ہے)

۱۱ سے ۱۵ باب تک

| ملیتس کہتا ہے کہ میں (سقراط) جوانوں کو بگاڑتا ہوں |

۱۱ - پس اُن باتوں کی بابت جن کا میرے پہلے مدعیوں نے مجھہ پر دعویٰ کیا ہے تمہارے روبرو صرف اتنا ہی عذر کرنا کافی سمجھتا ہوں - لیکن نیک اور محب الوطن ملیتس (جیسا کہ وہ اپنے آپ کو کہا کرتا ہے) اور دیگر مدعیوں کے برخلاف میں اس کے بعد عذر بیان کرونگا - یہہ ایک لازمی امر ہے کہ ہم اب اُن کے نالشنامہ کو پڑھیں جیسے ہم نے پہلے مدعیوں کے نالشنامہ کو پڑھا تھا - اور یہہ کچھہ اس نہج پر ہے - وہ کہتا ہے کہ سقراط ناراست شخص ہے اور جوانوں کو بگاڑنیوالا ہے - اور اُن دیوتاؤں کو نہیں مانتا جن کو شہر مانتا ہے بلکہ اور دیوتاؤں کو - دعویٰ تو یہہ ہے - ج

او اِس دعویٰ کے ہر ایک جز کا ہم علیحدہ علیحدہ موازنہ کرینگے۔ وہ کہتا ہی میں جوانوں کو بگاڑتا ہوں اور یوں نامناسب کام کرتا ہوں۔ لیکن ای آتھینے والو! میں کہتا ہوں کہ ملیتس ناراست کام کرتا ہی کیونکہ وہ لوگوں کو ہلکے طور پر عدالت میں پیش کرکے سنجیدہ مسخر کرتا ہی اور اپنی نسبت جھوٹا دعویٰ کرتا ہی کہ میں اُن باتوں کی بابت بڑی غیرت اور اُن میں بڑا دخل رکھتا ہوں جن پر اُس نے کبھی بھی فکر نہیں کی۔ اور میں تم پر بھی اِس بات کے منکشف کر دینے کی سعی کرونگا کہ یہہ بات یونہی ہی +

ای ملیتس یہہ ظاہر ہی کہ تو نے کبھی اس بات پر فکر نہیں کی کہ کس طرح اور کس کے ذریعہ جوان لوگ بگڑتے اور ترقی پاتے ہیں

۱۲- سقراط - اب آ ملیتس آ! اور ہمیں بتلا کہ کیا یہہ لابدی امر ہی کہ نہیں کہ جوان جتنی الوسع بہتر بنیں؟

ملیتس (نے کہا) ہاں +

سقراط (نے کہا) پس اب انہیں بتلا کہ کون اُنہیں بہتر بناتا ہی؟ ظاہر ہی کہ تجھے اِس معاملہ میں بہت کچھہ دخل ہی مگر تو نے تو توجہ بالکل ہی نہیں دی۔ کیونکہ جیسا کہ تو کہتا ہی تو نے مجھے تو بگاڑنیوالا معلوم کر لیا اور مجھے ان کے سامنے پیش کر دیا اور مجھہ پر الزام لگاتا ہی۔ لیکن اب آ! اور بتلا۔ اور اِن پر ظاہر کر دے کہ بہتر بنانے والا کون ہی؟ ای ملیتس تو دیکھتا ہی کہ تو اب خاموش ہی اور لاجواب۔ اور کیا تجھے ہرگز شرم نہیں آتی اور کیا یہہ کافی ثبوت اس امر کا نہیں ہی جس کی بابت میں بول رہا ہوں کہ تو نے کبھی بھی اس پر توجہ نہیں دی؟ لیکن ای نیک مرد بتلا کہ کون ان کو بے عیب یا بہتر بناتا ہی؟

۵

ملیتس - قوانین +

سقراط - جنابِ من - میرا یہہ سوال نہیں ہی بلکہ یہہ کہ کَون شخص اُن کو بہتر بناتا ہی جس نے پہلے پہل قوانین کا بھی علم حاصل کیا ؟

ملیتس - ای سقراط ! وہ تو منصف (یعنی مجسٹریٹ) ہیں +

سقراط - ای ملیتس ! تو کس طرح بولتا ہی ؟ کیا تو سمجھتا ہی کہ وے جوانوں کو تعلیم دینے اور بہتر بنانے کے قابل ہیں ؟

ملیتس - یقیناً !

سقراط - کیا سب کے سب یا اُن میں سے بعض یا کوئی نہیں ؟

ملیتس - سب کے سب +

سقراط - مجھے ہیرے (دیوی) کی قسم ہی کہ تو خوب کہتا ہی - اور فائدہ رسانوں کا شمار بھی بڑا ہی ! اچھا ! کیا تو سمجھتا ہی کہ سامعین بھی بہتر بنا سکتے ہیں یا نہیں ؟

ملیتس - ہاں ! وے بھی بہتر بنا سکتے ہیں +

سقراط - اور کیا مدبرین بھی ؟

ملیتس - ہاں ! مدبرین بھی ؟

سقراط - لیکن ای ملیتس ! کیا مجلس کے ممبران بھی مجلس میں جوانوں کو خراب نہیں کرتے ؟ یا وے سب کے سب بھی بہتر بناتے ہیں ؟

ملیتس - ہاں ! وے سب کے سب بہتر بناتے ہیں +

سقراط۔ پس ظاہر ہے کہ سوائے میرے تمام آتھنیوی نوجوانوں کو خوب نیک بناتے ہیں۔ مگر میں ہی صرف اُن کو بگاڑتا ہوں۔ کیا تیرا یہی مطلب ہے؟

ملیتس۔ یقیناً میرا یہی مطلب ہے +

ب سقراط۔ تو نے تو مجھے بڑا بدبخت تصور کر رکھا ہے لیکن جواب دے کہ کیا تو گھوڑوں کی بابت بھی ایسا سمجھتا ہے؟ کیا سب کے سب اُنہیں بہتر بنانے والے ہیں اور کہ صرف ایک ہی شخص اُنکو خراب کرتا ہے یا اسکے بالکل برعکس؟ کیا ایک ہی شخص ہے یعنی سائیس یا بہت تھوڑے جو اُن کو بہتر بنانے کے قابل ہیں؟ لیکن کیا بہت سے ہیں جو اگر اُن سے سروکار رکھیں اور اُن کو استعمال کریں تو وے اُن کو بگاڑتے ہیں؟ اے ملیتس کیا تیرا یہی مطلب ہے اور کیا یہہ بات گھوڑوں پر اور دیگر تمام حیوانات پر صادق نہیں آسکتی؟ بہر صورت صادق آسکتی ہے۔ خواہ تو اور اَنوٹس کہیں یا نہ کہیں۔ کیونکہ

ج یہہ جوانوں کی بڑی خوش قسمتی ہے کہ صرف ایک ہی شخص تو اُنہیں بگاڑتا ہے لیکن دیگر تمام اشخاص اُنہیں فائدہ پہنچاتے ہیں۔ کیونکہ اے ملیتس! اظہر ہے کہ تو نے جوانوں کی بابت کبھی بھی نہیں سوچا[1] اور اس معاملہ میں تیری بے پروائی صاف نمایاں ہے کہ جن باتوں کی بابت تو مجھے عدالت میں لاتا ہے اُنپر خود تو نے کبھی غور نہیں کیا +

[1] غالباً اس جگہ لفظ [illegible] اور ۲۴ ۵ اور ۵ ج میں [illegible] میں ملیتس کے نام سے تجنیس لفظی و معنوی ہے نیز دیکھو یوتھوفرون ۲ د میں اور سیاست تمدن ۱۲

اگر میں جوانوں کو بگاڑتا ہوں تو یہ میری مرضی کے برخلاف ہے پس واجب نہ تھا کہ تو مجھے یہاں پیش کرتا

۱۳۔ اب اے شریف ملیتس! ہم کو بتلا کہ آیا نیک باشندوں میں بے عیب رہنا اچھا ہے یا بُروں میں؟ اے دوست جواب دے کیونکہ میں تجھ سے کوئی مشکل سوال نہیں پوچھتا۔ کیا بُرے لوگ اپنے ہمسایوں سے بُرا سلوک نہیں کرتے اور نیک لوگ نیک سلوک؟

ملیتس۔ یقیناً +

سقراط۔ پس کیا کوئی ایسا شخص ہے جو اپنے ہم شہریوں سے فائدہ نہیں بلکہ نقصان اُٹھانا چاہتا ہے؟ اے نیک صاحب! جواب دیجیے۔ کیونکہ قانون بھی تجھے جواب دینے پر مجبور کرتا ہے۔ کیا کوئی شخص نقصان اُٹھانا چاہتا ہے؟ د

ملیتس۔ ہرگز نہیں +

سقراط۔ خیر! کیا تو مجھے یہاں اس لئے پیش کرتا ہے کہ میں جوانوں کو ارادۃً یا غیر ارادۃً بگاڑتا اور خراب کرتا ہوں؟

ملیتس۔ بالیقین ارادۃً +

سقراط۔ اے ملیتس! یہ کیسی بات ہے؟ کیا تو بلحاظ اپنی عمر کے مجھ سے جو بلحاظ اپنی عمر کے دانا ہوں زیادہ تر دانا ہے؟ گویا کہ تو نے تو جان لیا کہ بُرے لوگ تو خصوصاً اپنے ہی پڑوسیوں سے ہمیشہ بدسلوکی کرتے ہیں اور نیک آدمی نیک سلوک۔ لیکن میں ایسا بیوقوف ہوں کہ اتنی بات بھی نہیں جانتا کہ اگر کوئی شخص اپنے ہم شہری سے دغابازی کرے تو وہ بھی اس خطرے میں ہے کہ وہی شخص اُس کے ساتھ بھی بدسلوکی کریگا۔ اور کہ ہ

میں اس قدر سخت بدی (جیسی کہ تو کہتا ہی) ارادةً کرتا ہوں؟ ای ملیتس نہ تو تو اور نہ میں یہہ خیال کرسکتا ہوں کہ کوئی اور شخص بھی مجھے ان باتوں کا یقین دلاسکتا ہی لیکن یا تو میں جوانوں کو نہیں بگاڑتا ہوں یا اگر بگاڑتا ہوں تو ارادةً نہیں پس

۲۶ تو بہر دو صورت دروغگو ہی۔ اگر میں بلاارادةً بگاڑتا ہوں تو اس جرم کے سبب سے جو بلاارادةً ہی ازروئے قانون تو مجھے یہاں پیش کرنیکا مجاز نہیں ہی۔ بلکہ لازم تھا کہ مجھے خلوت میں لیجاکر تعلیم دیتا اور سمجھاتا۔ کیونکہ ظاہر ہی کہ اگر میں آگاہ ہوجاتا تو اُس کام سے جو میں بلاارادةً کرتا ہوں باز آجاتا۔ لیکن تُونے تو میری صحبت سے اور مجھے تعلیم دینے سے بالکل احتراز کیا اور مطلق نہ چاہا۔ بلکہ مجھہ کو اِس جگہ پیش کردیا جہاں قانون تعلیم دینے کے لئے نہیں بلکہ سزا دینے کے لئے پیش کرتا ہی +

پھر ملیتس کہتا ہی کہ میں دیوتاؤں کو نہیں مانتا اس امر میں وہ خود متناقض ہی

۱۴- سقراط۔ پس ای آتھینے والو! جیسا کہ میں نے کہا یہہ تو ظاہر ہی کہ ملیتس نے اس امر کی بابت

ب کم و بیش مطلق پرواہ نہیں کی۔ لیکن ای ملیتس! اب ساتھہ ہی ہم کو یہہ بھی بتلادے کہ تو کس طرح کہتا ہی کہ میں جوانوں کو بگاڑتا ہوں؟ تیرے اِس ناشنامہ سے جو تونے لکھا ہی ظاہر ہی کہ میں اِس بات کی تعلیم دیتا ہوں کہ ان دیوتاؤں کو مت مانو جنھیں شہر مانتا ہی بلکہ نئے دیوتاؤں کو مانو۔ کیا تیرا یہہ مطلب نہیں ہی کہ میں یہہ باتیں سکھلاکر جوانوں کو بگاڑتا ہوں؟

ملیتس یقیناً میرا یہی مطلب ہی +

سقراط۔ اے ملیتس انہیں دیوتاؤں کے نام سے جن کی بابت اب گفتگو ہو رہی
ہے مجھے اور ان شخصوں کو ذرا اور زیادہ وضاحت کے ساتھ بتلا دے۔ کیونکہ مجھے
نہیں معلوم ہوتا کہ تو کس طرح کہتا ہے کہ میں بعض دیوتاؤں کی ہستی پر تو ایمان لانے
کی تعلیم دیتا ہوں اور خود بھی دیوتاؤں کی ہستی پر ایمان رکھتا ہوں اور میں مطلق دہریہ ج
تو نہیں ہوں اور نہ یہہ میری غلطی کا موجب ہے۔ اگرچہ میں اُن دیوتاؤں پر ایمان نہیں
رکھتا جن پر کہ شہر رکھتا ہے بلکہ غیر دیوتاؤں پر اور یہہ وہی بات ہے جس کا تو مجھ پر الزام
لگاتا ہے۔ یا تو کہتا ہے کہ میں مطلقاً نہ تو دیوتاؤں کو خود مانتا ہوں اور نہ دوسروں کو
اس بات کی تعلیم دیتا ہوں +

ملیتس۔ میرا یہی تو مطلب ہے کہ تو دیوتاؤں کو مطلقاً نہیں مانتا +

سقراط۔ ملیتس! تو تو بڑا عجیب آدمی ہے! تو کیوں ایسا کہتا ہے؟ کیا میں نہیں د
مانتا۔ جیسے کہ دیگر اشخاص بھی مانتے ہیں۔ کہ آفتاب اور ماہتاب دیوتا ہیں؟

ملیتس۔ اے منصفو! مجھے زیوس کی قسم ہے کہ وہ آفتاب کو پتھر اور ماہتاب
کو زمین کہتا ہے +

سقراط۔ اے عزیز ملیتس! کیا تو سمجھتا ہے کہ تو انکساگورس پر الزام لگا رہا
ہے؟ اور کیا تو اُن کی تحقیر کرتا ہے اور یہہ سمجھتا ہے کہ یہہ لوگ پڑھنا نہیں جانتے گویا کہ
یہہ اس بات سے محض ناواقف ہیں کہ انکساگورس[1] باشندہ کلازومنے کی کتابیں

---

[1] انکساگورس باشندہ کلازومنے اغلباً قریب ۵۰۰ قبل از مسیح میں پیدا ہوا تھا اور قریب ۴۶۳ کے

۵ اِس قسم کی باتوں سے بھری پڑی ہیں؟ اور جوان لوگ اِن کتابوں کو مجھ سے پڑھا کرتے ہیں۔ جنکو وہ بعض اوقات قریباً ایک ایک درہم[1] پر تماشا گاہ سے خرید کر سقراط پر قہقہہ اُڑا سکتے ہیں اگر میں دعوی کروں کہ یہہ تعلیمات میری ہی ہیں خصوصاً جبکہ وہ ایسی بیہودہ باتیں ہیں۔ لیکن ای شریف مرد! کیا تجھے ایسا ہی نظر آتا ہی؟ کیا میں خدا کی ہستی پہ بالکل ایمان نہیں رکھتا؟

ملیتس۔ میں یقین سے کہتا ہوں کہ تو ایمان نہیں رکھتا۔

سقراط۔ ای ملیتس! اِن باتوں کا نہ تو کوئی شخص اور میں خیال کرتا ہوں۔ کہ خود تو ۲۷ بھی یقین نہیں کرتا۔ کیونکہ ای اتھینے والو! مجھے ایسا معلوم ہوتا ہی کہ وہ ازراہِ امتحان مجھ سے پہیلی پوچھتا ہی تاکہ دیکھے کہ دانا سقراط معلوم کر سکتا ہی یا نہیں کہ میں تمسخر کر رہا ہوں اور کہ اپنی ہی تقریر میں متبائن ہوں یا یہہ کہ میں اُس کو اور دیگر سامعین کو زک دے سکتا ہوں یا نہیں؟ کیونکہ مجھے ایسا ہی نظر آتا ہی کہ ملیتس اپنے ہی نوشتہ میں خود متبائن

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۸۔ آتھینے میں وارد ہوا تھا جہاں وہ پیریکلس یوری پائیڈس کے ساتھ دوست بنکر رہا تھا۔ اُسکی تعلیم یہہ تھی کہ ہر ایک شئے ομοιομερη (ایسپرمٹا یعنی چھوٹے چھوٹے ذرّوں سے بنی ہوئی ہی جن میں سے اکثر اپنی قسم میں اپنے اجزاے مرکبہ کے مشابہ ہیں۔ یہہ یونان میں اول شخص ہی جس نے ٹھیک ٹھیک طور پر یہہ بتلایا کہ νους (نوس یعنی عقل) علتِ فاعلی عالم کی ہی۔ وہ یہہ بھی کہتا تھا کہ آفتاب پتھر کا دہکتا ہوا ڈھیر ہی جو پیلوپانیسس سے بھی بڑا ہی۔ اور چاند آباد ہی اور اُس میں پہاڑیاں اور گھاٹیاں ہیں۔ پیلوپانیسس کے جنگ کے بعد ہی اُسپر بیدینی کا الزام لگایا گیا۔ اسی لئے اُس کو آتھینے چھوڑنا پڑا۔ اور وہ شہر لیمپیکس میں جا رہا جہاں قبل از مسیح ۴۲۸ میں فوت ہوگیا۔

حاشیہ صفحہ ھذا [1] قدیم یونانی میں ایک درہم برابر تھا آجکل کے ۹ ۳/۴ آنوں کے (مترجم)۔

ہے گویا کہ وہ کہتا ہے کہ سقراط نہ اس سبب سے کہ وہ دیوتاؤں پر ایمان نہیں رکھتا بلکہ اس
سبب سے کہ وہ دیوتاؤں پر یقین رکھتا ہے غلطی کرتا ہے لیکن یہہ تو صرف بچوں کا کھیل ہے

جبکہ وہ یہہ تسلیم کرتا ہے میں دیوتوں کو مانتا ہوں۔ تو وہ
یہہ بھی تسلیم کرتا ہے کہ میں دیوتاؤں کو بھی مانتا ہوں

۱۵۔ اب اے دوستو! جو کچھ کہ مجھے اسکا مطلب
نظر آتا ہے اُسپر ذرا تعمق کرو۔ اے ملیتس تو
ہمیں جواب دے۔ اور تم (اے آتھینے والو!) میری اُس عرض کو جو میں نے تم سے شروع
میں کی تھی یاد رکھنا کہ اگر میں اپنے معمولی طریقہ پر کلام کروں تو مخل نہ ہونا۔ اے ملیتس ب
کیا کوئی ایسا شخص ہے جو انسان کے متعلق اشیاء کی ہستی کا تو یقین کرے مگر انسان کی
ہستی کا یقین نہ کرے؟ اے دوستو جواب دلواؤ اور بے فائدہ خلل انداز نہ ہو۔ کیا کوئی
ایسا شخص ہے جو گھوڑوں کی ہستی کا تو یقین نہ کرے مگر گھوڑوں کے متعلق اشیاء کی
ہستی کا یقین کرے؟ یا بانسری بجانیوالوں کی ہستی کا تو یقین نہ کرے مگر بانسری
بجانے کے متعلق اشیاء کی ہستی کا یقین کرے؟ اے معزز دوستو! ایسا کوئی نہیں
ہے۔ اگر تو جواب دینا نہیں چاہتا تو میں تجھے اور ان کو بھی بتلائے دیتا ہوں لیکن
تو مجھے اس بات کا جواب دے کہ کیا کوئی ایسا شخص ہے جو دیوتاؤں کے متعلق
اشیاء کی ہستی کا تو یقین کرے مگر دیوتاؤں کی ہستی کا یقین نہ کرے؟ ج

ملیتس۔ ایسا کوئی نہیں ہے +

سقراط۔ بڑی خوشی کی بات ہے کہ تو نے ان کی طرف سے مجبور کئے جاکر مشکل
جواب دیا ہے۔ پس کیا تو نہیں کہتا کہ میں دیوتاؤں کو مانتا ہوں اور اُن کی بابت

تعلیم دیتا ہوں؟ پس خواہ وہ جدید ہوں خواہ قدیم۔ بہرصورت تیرے ہی کہنے کے بموجب میں تو دیوتاؤں کو مانتا ہوں۔ اور اس بات کی بابت تو نے اس نالش میں قسم بھی کھائی ہی۔ لیکن اگر میں دیوتاؤں کے متعلق اشیا پر یقین رکھتا ہوں تو بالضرور اسکا یہہ نتیجہ ہی کہ میں دیوتاؤں پر بھی یقین رکھتا ہوں۔ کیا یونہی نہیں ہی؟ ہاں یونہی ہی۔ کیونکہ میں یونہی تصور کرتا ہوں اسی لئے کہ تو جواب نہیں دیتا۔ لیکن کیا ہم اس بات پر ایمان نہیں رکھتے کہ دیوتا یا تو خود الٰہ ہیں یا الٰہوں کے فرزند؟

د کیا تو اس کو تسلیم کرتا ہی یا نہیں؟

ملیتس۔ یقیناً میں تسلیم کرتا ہوں)

سقراط۔ پس اگر میں دیوتاؤں پر (اگر ان میں سے بعض دیو ہیں) ایمان نہیں لاتا ہوں۔ جیسا کہ تو کہتا ہی۔ تو یہہ وہی بات ہی جو میں کہتا ہوں کہ تو مجھہ سے تمسخر کرتا ہی اور پہیلی پوچھتا ہی اور کہتا ہی کہ میں دیوتاؤں پر ایمان نہیں رکھتا اور پھر کر ایمان رکھتا ہوں جس صورت میں کہ میں دیوتاؤں کا قائل ہوں۔ اور پھر کہ اگر دیوتا الٰہوں کے ناجائز فرزند ہیں جو خواہ اُن کی منکوحہ زوجات سے پیدا ہوئے ہوں خواہ دیگر والدات سے۔ جیسا کہ اُن کی بابت مشہور ہی۔ تو وہ کون شخص ہی جو الٰہوں کے فرزندوں کی ہستی کا تو قائل ہو مگر الٰہوں کی ہستی کا قائل نہ ہو؟ اسی طرح یہہ بھی

ع ایک لایعنی بات ہی کہ کوئی گھوڑوں اور گدھوں کے بچوں کی ہستی کا تو قائل ہو مگر گھوڑوں اور گدھوں کی ہستی کا قائل نہ ہو۔ لیکن ای ملیتس! تو نے اس نوشتہ کو

یا تو اس لئے لکھا ہی کہ ہمارے ہنر کا امتحان کرے یا اس لئے کہ تو مجھ میں کوئی اور عیب پا نہ سکا جس کے سبب سے تو مجھ پر حق کی بابت الزام لگاتا۔ اور تو کسی شخص کو جس میں تھوڑی سی بھی عقل ہو ہرگز ترغیب نہ دے سکیگا کہ ایک ہی شخص مفرد فوق العادت اور الٰہی اشیا پر اور الٰہوں اور دیوتاؤں پر تو ایمان نہ لائے اور پھر وہی شخص فوق العادت اور الٰہی اشیا پر اور الٰہوں اور دیوتاؤں اور بہادروں پر ایمان لاوے +

(سقراط عام الزامات کے برخلاف اپنا عذر پیش کرتا ہی)
۱۶ سے ۲۲ باب تک

(ا) یہہ کہ اس کے وسیلے اُس کی جان معرضِ خطر میں ہی (۱۶ سے ۱۸ باب تک) +
(ب) وہ مدبّروں سے احتراز کرتا ہی (۱۹ و ۲۰ ابواب) +
(ج) یہہ کہ اُس کے شاگرد جمہور کے لئے خطرناک ہیں (۲۱ و ۲۲ باب) +

میں جانتا تھا کہ میری بلاہٹ کیسی خطرناک تھی مگر خطرہ کسی شخص کو اپنے فرض ادائی سے باز نہیں رکھ سکتا

۱۶ - لیکن اے اتھینے والو! اس امر کی بابت میں نے ازروئے نالشنامہ ملیتس کوئی خطا نہیں کی اِس لئے مجھے اور زیادہ معذرت کی ضرورت معلوم نہیں ہوتی بلکہ اتنے ہی کو مکتفی سمجھتا ہوں۔ لیکن جو کچھ کہ میں نے گذشتہ بابوں میں عرض کی ہی کہ میری بابت بہت سی مخالفت اور بہت سے دشمن پیدا ہو گئے ہیں سو بخوبی جان رکھو کہ سچ ہی۔ اور جس وجہ سے میں مجرم ٹھہرونگا (بشرطیکہ مجرم ٹھہر جاؤں) وہ ملیتس یا انوتس نہیں ہیں بلکہ عوام

کا تعصب اور کینہ ہے۔ اور یہی باتیں مجھ سے پہلے کے بہت سے نیک اشخاص کو مجرم ٹھہرانے
کا موجب ہوئی ہیں اور میں خیال کرتا ہوں کہ اب مجھے بھی یہی باتیں مجرم ٹھہرائینگی۔ مگر یہہ نہیں کہ
اس قسم کا سلوک صرف میرے ہی ساتھہ ہو پس شائد کوئی یہہ کہے کہ اے سقراط! کیا تجھے اس طریق معاشرت
سے جو تو بسر کر رہا ہے اور جس کے سبب تو موت کے خطرے میں ہے شرم نہیں آتی؟ تو اُس کو
ب میں انصافاً یہہ جواب دونگا کہ اے شخص! تُو تو درست نہیں کہتا اگر تو یہہ خیال کرتا ہے
کہ کوئی شخص خواہ وہ کیسا ہی کم قدر کیوں نہ ہو جبکہ وہ کسی کو اُس طرح عمل کرتے ہوئے
دیکھے جس طرح راست یا ناراست لوگ کرتے ہیں یا جبکہ وہ خود راستی یا ناراستی سے عمل
کرے تو اُس کو سمجھنا مناسب ہے کہ یا تو موت یا زندگی کو غنیمت سمجھے۔ کیونکہ تیرے قول
کے بموجب وہ بہادر جو جنگ ٹرائے میں کام آچکے ہیں اور دیگر بہادر بھی کم قدر آدمی
ج ہونگے جن میں تھیٹس کا بیٹا بھی ہے جس نے شرمندگی کو برداشت کرنے کے عوض میں
خطرے کو ناچیز سمجھا۔ جبکہ وہ غصہ میں آکر ہکٹور کو مار ڈالنے کو تھا تو اُس کی
والدہ جو دیوی تھی جیسا کہ میں خیال کرتا ہوں کچھ اس طرح مخاطب ہوئی۔ کہ اے
بیٹے! اگر تو اپنے دوست پٹیروکلس کی وفات کا انتقام لیگا اور ہکٹور کو مار ڈالیگا تو تو خود
بھی جان سے جائیگا۔ کیونکہ کہتے ہیں کہ ہکٹور کے بعد ہی تیری باری ہے۔ اُس نے یہہ باتیں
د سُنکر موت اور خطرے کو حقیر جانا اور بالخصوص بزدل ہو کر اور دوستوں کا بدلا نہ لیکر
جینے سے اُسکو بڑا خوف معلوم ہوا۔ اُس نے کہا کہ بدکار کو سزا دیکر مرجانا میرے لئے
بہتر ہے ایسا نہ ہو کہ میں اس جگہ خمدار جہازوں کے پاس موجب تمسخر اور زمین پر بار

رہوں۔ کیا تو خیال نہیں کرتا کہ اُس نے موت اور خطرے کا کچھ لحاظ کیا؟ اے آتھینے والو! حقیقت تو یونہی ہے۔ جہاں کہیں کسی کا منصب ہے خواہ اُس نے اُس کو بمرضی خود چُن لیا ہے خواہ اپنے افسر سے مقرر کیا گیا ہے میرا خیال ہے کہ اُسکو اُسی جگہ بکہر بلا لحاظ موت یا شرمندگی یا کسی اور بات کے خطرے کا مقابلہ کرتے رہنا چاہئے۔

میں خود تو موت سے نہیں ڈرتا۔ اگرچہ مجھے بار بار مرنا بھی پڑے تو بھی میں دانائی کا تعاقب کرنے سے باز نہ آؤنگا

۱۷۔ پس اے آتھینے والو جبکہ اُن افسروں نے جنہیں تم نے مجھ پر حکومت کرنے کے لیے چُن لیا تھا پوٹیڈیا[ا] اور امفیپولس اور ڈلیوم کے میدانِ جنگ میں جس جگہ اُنہوں نے مجھکو مقرر کیا تھا تو میں وہیں اوروں کی مانند قائم رہا اور خطرے اور موت کا مقابلہ کرتا رہا۔ لیکن اب جس جگہ کہ خدا نے مجھکو مقرر کیا ہے (جیسا کہ مجھکو یقین ہے) ضرور ہے کہ میں فلاسفی کی تحقیق اور خود اپنی اور دیگروں کی آزمائش کرنے میں زندگی بسر کردوں۔ اور میرے لئے یہہ نہایت عجیب بات ہوگی اگر میں موت یا کسی اور سبب سے ڈرکر اپنے منصب کو چھوڑ دوں۔ یہہ تو فی الحقیقت تعجب کی بات ہوگی۔ اور تب اگر کوئی شخص مجھے اِس سبب عدالت میں پیش کرے کہ میں کلام ربانی سے روگردانی

۸

۹

[ا] پوٹیڈیا میں (قبل از مسیح ۴۳۲) کلیاس۔ امفیپولس میں (۴۲۲ قبل از مسیح) کلیون اور ڈلیوم میں (۴۲۴ قبل از مسیح) ہپوکریٹس افسر تھے۔ پوٹیڈیا (جو کلسیڈ ایس میں کرنتھیوں کی ایک بستی تھی) کے میدان جنگ میں سقراط نے السیبیاڈیز کی جان بچائی تھی اور ڈلیوم (واقعۂ بوئیوشیا) میں اُس نے اُس وقت کہ لشکر نے زک اُٹھائی بڑی شجاعت دکھلائی۔

کرکے اور موت سے خوف کھاکر دیوتاؤں کو نہیں مانتا اور اپنے آپ کو دانا جانتا ہوں جبکہ میں دانا نہیں ہوں) تو یہہ انصاف کی بات ہوگی۔ کیونکہ ای دوستو! موت سے ڈرنا اور کچھ نہیں ہی مگر اپنے آپ کو دانا سمجھنا جبکہ دانا نہیں ہی۔ کیونکہ اس سے یہہ تصور کرنا مراد ہی کہ ہم اُس چیز کو جانتے ہیں جس کو ہم نہیں جانتے۔ کیونکہ کوئی شخص موت کو جب وہ اُس پر آتی ہے افضل شئے تصور نہیں کرتا۔ بلکہ ایسا خیال کرکے کہ ہم بخوبی جانتے ہیں

ب اُس سے ڈرتے ہیں گویا کہ یہہ بڑی بُری چیز ہی۔ اور کیا یہہ تصور کرنا کہ ہم اُس شئے کو جانتے ہیں جسکو کہ وے نہیں جانتے پُرشرم جہالت نہیں ہی؟ لیکن ای دوستو! شاید میں اس امر میں بھی سب آدمیوں سے متفرق ہوں۔ اور اگر میں سب سے زیادہ دانا ہونے کا دعویٰ کروں تو یہہ بھی ہوسکتا ہی کیونکہ جب میں حادیس کے باشندوں کی بابت کافی طور پر نہیں جانتا تو ایسا ہی خیال بھی کرتا ہوں کہ میں نہیں جانتا۔ لیکن مَیں بخوبی جانتا ہوں کہ اپنے افسر کی خواہ وہ خدا ہو خواہ انسان نافرمانی کرنی اور اُس کو نقصان پہنچانا بُری اور بے شرمی کی بات ہی۔ پس میں بُری باتوں

ج سے جن کو میں جانتا ہوں کہ بُری ہیں اور نہیں جانتا کہ اُس کا انجام بھلا ہوگا ہرگز نہ تو خوف کرتا ہوں اور نہ گریز۔ حتّٰی کہ اگر تم اب مجھے چھوڑ دو اور انوٹس کا اعتبار نہ کرو جس نے شروع میں کہا کہ میرے اس جگہ حاضر ہونے کی ضرورت نہیں جبکہ میں حاضر ہوگیا ہوں اور جس نے تمہیں کہا کہ اگر میں (سقراط) رہا ہوگیا تو تمہارے تمام لڑکے اُس بات پر عمل کرکے جس کی سقراط تعلیم دیتا ہی بالکل خراب ہوجائینگے

ممکن نہیں ہی کہ تم مجھے کو قتل نہ کرو۔ پس اگر تم اس وجہ سے مجھے کہو۔ کہ ای سقراط! اب تو ہم انوٹس کا کہا نہیں مانتے اور تجھے اس شرط پر چھوڑے دیتے ہیں کہ تو اب سے اس طریقہ پر تحقیق کرنے اور فلاسفی کی تعلیم دینے سے باز آ۔ اور اگر ہم نے پھر کبھی تجھے اس طرح عمل کرتے پا لیا تو تو مارا جائیگا۔ پس اگر تم ان شرائط پر جیسا کہ میں نے کہا۔ د مجھے چھوڑ دو تو ای آتھینے والو! میں تمہیں کہے دیتا ہوں کہ اب میرا تم کو سلام ہی اور پیار۔ لیکن میں تو تمہاری نسبت خدا کی زیادہ فرمانبرداری کرونگا۔ اور جب تک میرے دم میں دم ہی اور جب تک طاقت ہی میں فلاسفی کی تعلیم دینے اور ہمیشہ اُن کو جو تم میں سے مجھے ملینگے (جیسا کہ میرا دستور ہی) یہہ کہکے نصیحت کرنے اور یہہ ظاہر کر دینے سے ہرگز باز نہ آؤنگا کہ ای معزز دوستو! تم تو شہر آتھینے کے باشندے ہو جو بڑا ہی اور دانائی اور قوت ذہنی میں شہرۂ آفاق ہی۔ اور کیا تمہیں شرم نہیں آتی کہ تم روپیہ کمانے ۴ اور عزت و حرمت حاصل کرنے کی اس قدر فکر میں ہو؟ اور کیا دانائی اور سچائی اور روحوں کی بابت کہ وہ افضل بن جاویں خیال اور فکر نہ کروگے؟ اور اگر تم میں سے کوئی کہے کہ میں اس کا خیال اور فکر تو کرتا ہوں تو میں اُس کو فوراً نہ چھوڑ دونگا اور ہرگز جانے نہ دونگا بلکہ میں اُس سے سوالات پوچھونگا اور اُس کی نکتہ چینی کرونگا اور اُسے آزماؤنگا اور اگر مجھے معلوم ہو کہ وہ نیکی میں قاصر ہی (اگرچہ وہ خیال کرتا ہو کہ میں قاصر نہیں ہوں) تو میں اُس کو ملامت کرونگا کہ تو ادنیٰ باتوں کو اعلیٰ قدر دیتا ہی اور اعلیٰ باتوں کو کم قدر سمجھتا ہی۔ اور میں یہہ سلوک ہر ایک برنا و پیر اور مسافر

اور شہریوں سے بھی کرونگا مگر خصوصاً شہریوں سے کیونکہ وہ بلحاظ قوم کے میرے بڑے نزدیکی ہیں۔ اور واضح رہے کہ خدا مجھے اِن باتوں کا حکم دیتا ہے۔ اور میں تمہارے واسطے اُس خدمت سے جو میں خدا کی طرف سے اِس شہر میں کرتا ہوں اور کچھہ بہتر نہیں سمجھتا۔ کیونکہ میں کچھہ اور تو کرتا ہی نہیں پھرتا مگر یہہ کہ تمہارے جوانوں اور بوڑھوں کو ترغیب دیتا ہوں کہ نہ تو جسم کی اور نہ روپیہ حاصل کرنے کی نہ تو سب سے پہلے اور نہ اِس قدر ب جد وجہد کرنا بلکہ روح کی بابت تاکہ وہ نیک بن جاوے۔ اور یہہ کہتا ہوں کہ نیکی روپیہ سے نہیں بلکہ روپیہ اور دیگر تمام اشیاء خواہ نج کی ہوں خواہ عوام کی نیکی سے اِنسان کو حاصل ہوسکتی ہیں۔ پس اگر میں یہہ باتیں کہکر جوانوں کو بگاڑتا ہوں تو یہہ بڑی بدقسمتی ہے۔ اور اگر کوئی شخص کہے کہ میں اُس کے علاوہ اور کچھہ کہتا ہوں تو وہ واہیات بکتا ہے۔ پس اے آتھینے والو! تم خواہ انوٹس کی بات مانو یا نہ مانو اور مجھے رہا کردو یا نہ مگر یقین جانو کہ میں اور کوئی طریقہ اختیار نہ کرونگا۔ اور ہرگز نہیں۔ اگرچہ مجھے اِس سبب ج سے بار بار مرنا بھی کیوں نہ پڑے +

اگر تم مجھے جو آتھینے میں خدا کا خادم ہوں قتل کردو تو دُکھہ سہنے والا میں نہیں بلکہ تم ہو

۱۸۔ اے آتھینے والو اخلل نہ ہونا بلکہ میری عرض کو جو میں نے تم سے کی تھی یاد رکھنا۔ اور وہ یہہ ہے۔ کہ تم میرے اِس طریقہ تقریر سے مشتعل نہ ہونا اُسکو سُننا۔ اور میرے خیال میں تم اُسکو سُنکر خوش بھی ہوگے۔ کیونکہ میں تمہیں کچھہ اور زیادہ بھی بتلانا چاہتا ہوں اور ممکن ہے کہ تم اُس کو سُنکر بھڑک اُٹھو۔ مگر ہرگز ایسا نہ کرنا۔ کیونکہ یقین جانو کہ اگر تم

مجھ جیسے شخص کو قتل کرڈالو تو جیسا کہ میں کہتا ہوں۔ اس میں میرا نہیں تمہارا ہی بڑا نقصان ہی۔ کیونکہ نہ تو ملیتس اور نہ انوٹس مجھے کچھ نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ یہہ ناممکن ہی کیونکہ میرے زعم میں یہہ آتا ہی کہ بُرے آدمی بھلے آدمیوں کو ہرگز نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ ممکن ہی کہ تم مجھے قتل کرڈالو یا جلاوطن کردو یا میرے حقوق سے مجھے محروم کردو۔ اور اگر وہ اور دیگر اشخاص ان باتوں کو بڑا برا سمجھیں تو سمجھیں مگر میں تو نہیں سمجھتا۔ مگر خصوصاً اس بات کو زبون تر تصور کرتا ہوں جو کچھ کہ وہ اب کرتا ہی یعنی ایک شخص کو ناحق قتل کرڈالنے کی کوشش کرنا۔ پس اب اے آتھینے والو مجھے اپنی بابت زیادہ معذرت کرنے کی ضرورت معلوم نہیں پڑتی جیسا کہ شاید کوئی خیال کرے۔ مگر تمہاری بابت کہ تم خدا کی اُس نعمت کو جو اُس نے تمہیں عنایت کی ہی رد کرکے گناہ نہ کرو کیونکہ اگر تم مجھے قتل کرڈالو تو تمہیں کوئی اور ایسا شخص مشکل سے ملیگا۔ اور اگر اصالتاً درست تشبیہہ دیجاوے تو وہ یہہ ہی کہ خدا نے مجھے اس شہر پر اس طرح حملہ کرنے کے لئے مقرر کیا ہی جیسے ایک بڑے اور اصیل گھوڑے پر جو بلحاظ قد کے زیادہ تر سست ہی اور اس بات کا حاجتمند ہی کہ وہ کسی ڈانس[۵] (یا گھوڑ مکھی) سے ہوشیار کیا جاوے۔

۵ مینو ۸۰ ا میں سقراط [illegible] (ٹار پیڈو) سے تشبیہہ دیا گیا ہی کیونکہ اُس کی تقریر آدمیوں کو ششدر کر دینے والی تھی۔ اور بعض مقامات میں وہ قابلہ سے اپنے آپ کو مشابہ کرتا ہی۔ ان مثالوں سے ظاہر ہوتا ہی کہ یونانی لفظ [illegible] (مُواوپس) کے معنے ایڑ نہیں بلکہ ڈانس ہی+

اور میں خیال کرتا ہوں کہ خدا نے مجھے شہر پر کچھ ایسا ہی مقرر کیا ہے۔ اور میں تم میں سے
ہر ایک کو ہر مقام اور ہر وقت جگانے اور نصیحت دینے اور ملامت کرنے سے ہرگز باز
نہیں آتا۔ پس اے دوستو! مجھ جیسا کوئی اور شخص تمہیں مشکل سے ملیگا لیکن اگر تم میری
۳۱ نصیحت قبول کرو تو تم مجھے چھوڑ دو۔ شاید کہ تم اُن شخصوں کی مانند جو غنودگی سے جگائے
گئے ہیں چونک پڑے ہو۔ اور ممکن ہے کہ تم انوٹس کا کہا مانکر مجھے بآسانی قتل کر ڈالو
ب اور باقی تمام عمر خراٹے مار کر سوتے رہو تاوقتیکہ خدا تمہارے لئے کوئی اور شخص ارسال
فرماوے جو تم کو ہوشیار کردے۔ اور تم ان باتوں سے بخوبی معلوم کر سکتے ہو کہ میں اسی
قسم کا شخص ہوں جسے خدا نے اس شہر کو عنایت فرمایا ہے۔ کیونکہ میں کسی انسانی تحریک
سے تحریک کیا نہیں گیا ہوں کہ میں اپنے فوائد کی باتوں سے بے پرواہ ہوکر اور اس قدر
برسوں سے اپنے خانگی معاملات کو بے توجہ پڑے ہوئے دیکھنے کی برداشت کروں
اور ہمیشہ خلوت میں ہر ایک کے پاس جاکر بڑے بھائی یا والد کی طرح سلوک کرتا رہا
اور اس بات کی نصیحت دیتا رہا کہ نیکی کی فکر کرو۔ اور میں نے ان سے کچھ نفع حاصل
ج کیا ہوتا اور اُجرت لیکر نصیحت دی ہوتی تو یہ ایک وجہ ہو سکتی ہے۔ لیکن اب تو تم خود دیکھتے
ہو کہ میرے مدعی اگرچہ دیگر تمام باتوں کا الزام بڑی بے شرمی کے ساتھ لگا رہے ہیں
مگر اس نہایت شرمناک بات کو ثابت کرنے کی کوئی وجہ نہیں رکھتے کہ میں نے کبھی بھی
کسی سے اُجرت نہ لی اور نہ مانگی ہے۔ کیونکہ میں اپنی مفلسی کو اس بات کی کافی شہادت
تصور کرتا ہوں کہ میں سچ کہتا ہوں +

میں نے اپنے الٰہی نشان کی فرمانبرداری کرکے پولیٹکل حالات سے احتراز کیا۔ اور اگر احتراز نہ کیا ہوتا تو کب کا مر چکا ہوتا

۱۹۔ پس شاید تم کو یہہ بات عجیب معلوم ہو کہ میں خلوت میں تو جا کر تعلیم دیتا اور بہت سے کام کرتا ہوں مگر جلوت میں مجمع کے درمیان جا کر تمہارے شہر کے معاملات میں شریک ہونے کی دلیری نہیں کرتا۔ اور یہی وجہ ہی کہ جس کی بابت تم نے اکثر اوقات اور بہت سے مقامات میں مجھے بولتے سُنا ہی۔ اور وہ یہہ ہی کہ مجھے خدا کی طرف سے ایک الٰہی آواز ہوا کرتی ہی جسکا ذکر ملیتس نے بھی اپنے نالشنامہ میں کیا ہی۔ اور یہہ آواز میرے لڑکپن ہی سے ہوا کرتی۔ اور جب وہ ہوتی ہی تو وہ مجھے اُس کام سے روکتی ہی جس کو میں کرنا چاہتا ہوں مگر کبھی اسکا تی نہیں۔ یعنی وہ مجھے پولیٹکل معاملات کے اختیار کرنے سے روکتی ہی۔ اور میرا روکا جانا مناسب بھی معلوم ہوتا ہی۔ کیونکہ ای آتھینے والو! الیقین جانو کہ اگر میں ملکی معاملات میں عمل کرنے کی کوشش کرتا تو مدّت سے ہلاک ہو جاتا اور نہ تو تمہیں اور نہ اپنے آپ کو کچھہ فائدہ پہنچا سکتا۔ اور جب میں سچ سچ کہوں تو چڑ نا مت۔ کیونکہ نہ تو تم میں اور نہ کسی اور مجلس میں کوئی ایسا شخص ہی جو اُن غلطیوں اور نا قانونی خلاف ورزیوں کا مقابلہ کرکے اُن کو روک دے جو شہر میں ہوا کرتی ہیں اور اپنی جان کو بھی محفوظ رکھے۔ مگر ضرور ہی کہ وہ شخص جو انصاف کے واسطے لڑتا ہی اس کام کو چند عرصہ تک جلوت میں نہیں بلکہ خلوت میں کرے ❖

د

ھ

۳۲

جیسا کہ یہہ میرے اُس مقابلہ کرنے سے ظاہر ہی جو میں نے نہاراں اور تیسوں کا دو علیحدہ موقعہ پر کیا

۲۰۔ اور میں اس بات کو نہ صرف کلام سے بلکہ عمل سے جس کو تم خود بھی پسند کرتے ہو

تمہارے سامنے بڑی قوی دلیل سے ثابت کرونگا۔ اب تم وہ سنو جو مجھ پر واقع ہوا ہی تاکہ تم جانو کہ کسی شخص نے مجھ کو موت کے خوف سے راستی کے برخلاف عمل کرنے کی ترغیب نہیں دی ہی۔ اور ترغیب پذیر ہوجانے کی بہ نسبت مرجانا بہتر ہی۔ اور جو کچھ میں تمہیں کہتا ہوں خواہ وہ تمہیں ناگوار گذرے خواہ پسندیدہ مگر ہی تو سچ۔ کیونکہ ای آتھینے والو!

ب شہر میں میرا اور کوئی منصب ہرگز کبھی نہ تھا مگر مدبّر (یا صلاحکار) کا اور جبکہ تم نے اُن دس افسروں کی بابت جو جنگ میں سے بچ نکلے تھے فراہم ہوکر غور کرنا چاہا جو خلاف قانون تھا اور جس کو تم نے بھی بعد ازاں ایسا ہی قرار دیا تھا تو ہمارا فرقہ انٹیوکس میر مجلس تھا۔ اُس وقت تمام میر مجلسوں[۱] میں سے مجھ اکیلے ہی نے مقابلہ کیا اور کہا کہ قانون کے برخلاف نہ کرنا اور میں نے اُن کے برخلاف رائے بھی دی اور جب فصحا مجھے معزول[۲] اور حوالہ کردینے کو تیار تھے اور تم شور مچاتے اور چلّاتے تھے تو مَیں نے خیال کیا کہ قید یا موت کے ڈر کے مارے ناراست مشورت میں تمہارے ساتھ شریک

---

[۱] آتھینوی کونسل جس میں ۵۰۰ ممبر ہوتے تھے دس فرقوں کے لحاظ سے پچاس پچاس ممبروں کے دس حصوں میں منقسم تھی۔ ہر ایک حصہ سال کے دسویں حصہ میں (جسکو پروٹنّا کہتے ہیں = ۳۵ یا ۳۶ دن یا لوند کے سال میں ۳۸ یا ۳۹ دن) ضروری معاملات اور قانون سازی کے لئے بطور چیدہ کونسل کے خدمت کیا کرتا تھا تاکہ وہ سب جماعت کے روبرو پیش کرے۔ اس کونسل کے شرکا پروٹنّائیس (یعنی میر مجلس) کہلاتے تھے۔ اُن میں سے ایک شخص ایک رات اور دن کے لئے بذریعہ قرعہ اندازی صدر مجلس (ایپشاٹیس بٹّون پروٹنا نیون یعنی میر مجلسوں کا صدر حاکم) چنا جاتا تھا اور اسبات پر لحاظ رکھا جاتا تھا کہ ایک شخص دو دفعہ نہ چنا جاوے۔ اُسی صدر مجلس کے پاس خزانہ اور دفتر کی کُنجی اور نیز سلطنت کی مُہر ہوتی تھی سقراط کے زمانہ میں وہ پروٹنّائیس اور مجمع ہر دو کا صدر مجلس ہوا کرتا تھا اور سوال پوچھا کرتا تھا ۔ (نمبر ۲ صفحہ ۲ پر دیکھو)

ہوجانے کی بہ نسبت قانون اور راستی کے سبب سے خطرے میں بھی پڑ جانا ضروری امر ہے۔ اور یہہ باتیں اُس وقت ظہور میں آئی تھیں جبکہ جمہوری سلطنت ابھی موجود تھی۔ اور جب سی‌دہ آدمیوں کی سلطنت برپا ہوئی تو تیسوںؔ نے مجھے معہ دیگر چاروں کے مجلس کے بالاخانہ[۲] میں بلا بھیجا اور سلامیس کے باشندے لیون کو سلامیس سے بلالانے کے لئے مجھے روانہ کیا تاکہ وہ قتل کیا جاوے۔ اور وے اِس قسم کا فتویٰ اور بہتوں پر لگانے کے عادی تھے اور یہہ چاہتے تھے کہ حتی الوسع مجرموں کے برخلاف فتووں کو پایۂ تکمیل تک پہنچادیں۔ اُس وقت میں نے نہ صرف کلام سے بلکہ عمل سے ثابت کردیا کہ (اگر اِس طرح کلام کرنا غیر موزوں نہ ہو) میں موت کی ٹکا بھر بھی پرواہ نہیں کرتا ہوں مگر خصوصاً

بقیہ حاشیہ منذرجہ صفحہ ۷۳[۵] قوانین کی اظہار اور مسلمہ خلاف ورزی کی حالت میں معزولیت اور حوالہ کردیا جانا دو مجمل طریقۂ عمل کے تھے۔ پہلا طریقہ تو عموماً اُسوقت عمل میں آتا تھا جبکہ کوئی شخص اُن ملکی حقوق کو عمل میں لاتا تھا جنکا وہ حق نہ رکھتا تھا۔ افسر کو اطلاع دیجاتی تھی اور مجرم فوراً گرفتار کیا جاتا تھا۔ اور دوسرے پر عموماً اُسوقت عملدرآمد ہوتا تھا جبکہ مجرم زندگی اور جائداد کے برخلاف عمل کرتے ہوئے گرفتار ہوتا تھا وہ گیارہ اشخاص کے حوالہ کیا جاتا تھا جو فوراً زیر تعزیر لاتے تھے۔ موجودہ صورت میں خیال کیا جاتا تھا کہ سقراط اپنے ہمرتبہ ممبر مجلسوں کی تجویز کے برخلاف اپنے حقوق سے تجاوز کرتا تھا +

حاشیہ صفحہ ہذا۔ ۱[۵] ڈایوڈورس کے زمانہ میں یہہ اشخاص پہلے پہل تیس جابر کہلانے لگے تھے۔ قبل از مسیح ۴۰۴ میں اِتھینیز کی تنزلی کے بعد تیسوں کی حکومت معہ لیسنڈر کی شمولیت کے قائم ہوئی تھی۔ اُن کی چند عرصہ کی حکومت ظلم اور خونریزی کے باعث مشہور ہے ۲[۵] اِس کو لاطینی میں روٹنڈا اور یونانی θολος (تھالاس) بھی کہتے تھے کیونکہ اُس عمارت کی صورت چھتری نما تھی۔ یہہ عمارت دریائے میٹیروان نور بولیوٹیری آن کے کنارے میدان میں کوہ آریوپیگس کے دامن میں شمال مشرق کو واقعہ تھی۔ اِس عمارت میں ممبر مجلسان کھانا کھایا کرتے تھے اور جب اُن کی حکومت زائل ہوگئی تیسوں کی جماعت کھانا کھایا کرتی تھی +

اِس بات کی بڑی پرواہ کرتا ہوں کہ میں نہ تو کوئی ناراستی کا اور نہ شرارت کا کام کروں کیونکہ اِس حکومت نے باوجود اس قدر قوی ہونے کے بھی مجھ پر دباؤ نہ ڈالا کہ میں کوئی ناراستی کا کام کروں۔ بلکہ جب ہم مجلس کے بالاخانہ سے باہر نکل آئے تو وہ چاروں تو لیون کو لینے کے لئے سلامیس کو روانہ ہوئے لیکن میں گھر کو چلا گیا۔ اور اگر یہ حکومت تھوڑے ہی عرصہ[1] بعد برباد نہ ہو جاتی تو اغلباً وہ مجھے اس کام کے سبب قتل کر ڈالتی۔ اور تم میں سے بہت لوگ اِن معاملات کے گواہ ہونگے ۔ ۵

حق تو یوں ہے کہ میں کسی شخص کا استاد نہیں ہوں اور میں اُن کا ذمہ وار نہیں جنہوں نے مجھے گفتگو کرتے ہوئے سنا

۲۱۔ میں اب کیا تم خیال کرتے ہو کہ اگر میں عام معاملات میں دخل دیتا اور جیسا کہ نیک آدمی کے مناسبِ حال ہے اس بات کی جو ہر حالت میں راست ہی حمایت کرتا اور اسکو اپنا اعلیٰ فرض سمجھتا جیسا کہ اب سمجھتا ہوں تو اتنی مدت تک زندہ رہتا؟ اے آتھینے والو! ۳۳ ہرگز نہیں! اور نہ لوگوں میں سے کوئی اور شخص بھی۔ لیکن میں نے اپنی تمام عمر نہ تو جلوت میں اور نہ خلوت میں کسی شخص کے بھلے یا بُرے معاملہ میں دخل دیا ہے اور نہ اُنکے مطیع ہوا ہوں اور نہ اُن میں سے کسی کے جن کو میرے دشمن جھوٹ موٹ میرے شاگرد قرار دیتے ہیں لیکن میں تو کبھی کسی کا استاد نہیں بنا۔ اور اگر کوئی شخص میری تقریر کو جبکہ میں اپنا منصبی فرض ادا کرتا ہوں سننے کا خواہشمند ہوتا ہے خواہ وہ جوان ہو خواہ بوڑھا۔ تو میں نے

[1] ان تیسوں کا زمانہ صرف آٹھ ماہ تک کا تھا ۔

کسی کو کبھی نہیں روکا۔ اور نہ میں روپیہ لیکر تقریر کرتا ہوں[5] اور نہ بغیر روپیہ کے تقریر کرنے سے انکار کرتا ہوں۔ بلکہ دولتمند اور غریب ہر دو کو یکساں اجازت دیتا ہوں کہ مجھ سے سوال کریں اور اگر کوئی شخص اُس کا جواب سُننا چاہتا ہو تو اس کی بھی اجازت ہو۔ د
اور میں اس جرم سے کہ اِن میں سے کوئی نیک بنے یا نہ بنے بالکل بری الذمہ ہوں۔ جن میں سے کسی کا میں نہ تو کبھی دلیل ہوا اور نہ کسی کو تعلیم دی۔ اور اگر کوئی شخص کہتا ہو کہ میں نے سقراط سے خلوت میں اُس بات کی تعلیم پائی ہو یا اُس بات کو سُنا ہو جس کو اوروں نے نہیں سُنا۔ تو یقین جانو کہ سچ نہیں بولتا +

خود جوان لوگوں کا اور اُن کے رشتہ داروں کا مجھے پیار کرنا ثابت کرتا ہو کہ میں جوانوں کو بگاڑنیوالا نہیں ہوں

۲۲۔ لیکن کیا سبب ہو کہ لوگ میری رفاقت میں اس قدر دیر تک رہکر خوش ہوتے ہیں؟ اے آتھینے والو تم نے سُن لیا ہو۔ میں نے تمہیں تمام حقیقت بتلا دی ہو۔ اور وہ یہہ ہو کہ وہ اُن آدمیوں کو آزمائے جاتے ہوئے دیکھکر خوش ہوتے ہیں جو خیال کرتے ہیں کہ ہم دانا ہیں مگر ہیں نہیں۔ کیونکہ یہہ دلچسپی سے خالی ج

---

[5] سقراط کا اجرت یا فیس لینے سے انکار کرنا اُن بہت سی امتیازی باتوں میں سے ایک بات تھی جو اُسکو صوفیوں سے ممتاز کرتی تھی۔ زینوفن کی میمورابلیا ۱: ۲ و ۶ میں سقراط کہتا ہو کہ وہ شخص جو تعلیم دینے کے لئے روپیہ لیتے ہیں سو اپنے آپ کو غلام بناتے ہیں کیونکہ وہ پھر اپنے حسب منشا مضامین پر بولنے کی آزادگی نہیں رکھتے۔ ایک صوفی بنام انٹیفن کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے جو یہہ کہتا تھا کہ مفت تعلیم دینا اس بات کا اقرار کرنا ہو کہ تمہاری تعلیم کمی ہو سقراط بڑی سختی سے پیش آیا۔ (میمورابلیا ۱: ۶ و ۱۳) +

نہیں ہے۔ اور جیسا کہ میں کہتا ہوں۔ خدا نے مجھ کو کلام ربانی یا خواب[ا] یا تمام دیگر طریقوں کے ذریعہ جن سے کہ الٰہی مرضی اس کام کے کرنیکے لئے وقتاً فوقتاً انسان پر ظاہر ہوتی رہی ہے اس کام کے کرنے کے واسطے مقرر کیا ہے۔ اے آتھینے والو! یہہ باتیں حق اور باآسانی ثابت ہیں۔ کیونکہ اگر میں جوانوں کو بگاڑتا ہوں اور بعضوں کو بگاڑ چکا ہوں تو خواہ اُن میں سے بعض بوڑھے ہوگئے ہیں اُنہوں نے یقیناً معلوم کر لیا ہے کہ جب ہم جوان تھے تو سقراط نے فلاں وقت تو ہمیں فلاں بُری مشورت دی تھی۔ پس اب حاضر ہوکر وے مجھ پر الزام لگاویں اور اپنا انتقام لیں۔ اور اگر وے خود ایسا کرنا نہیں چاہتے تو اُن کے رشتہ دار باپ اور بھائی اور دیگر اقارب۔ اگر میں نے اُن کے ساتھ کوئی بدسلوکی کی ہے۔ اب اُن کو یاد کرلیں اور انتقام لیں۔ اور یقیناً اُن میں سے اکثر اس جگہ موجود ہیں

د

ھ

[ا] ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سقراط خوابوں کو مرضیٔ الٰہی کے ظہور کا طریقہ سمجھتا تھا۔ فیڈو ۶۰ میں مرقوم ہے مجھے خواب آیا کرتا تھا جو مختلف صورتوں میں بار بار ہوتا مگر ہمیشہ ایک ہی بات کہتا تھا کہ "اے سقراط موسیقی پر عمل کر اور اُس کو ترکیب دے" ایک اور مقام میں ہم پڑھتے ہیں کہ سقراط کی وفات سے دو رات پہلے ایک عورت سفید پوشاک پہنے ہوئے رویا میں اُس کو نظر آئی اور اِن لفظوں میں اُس سے مخاطب ہوئی "تیسرے دن تو میں ضرور زرخیز تھیّا میں پہنچیگی" (ایلیڈ ۹: ۳۶۳) اُس رات میں جو سقراط کے افلاطون کے ساتھ پہلی دفعہ ملنے سے پہلے تھی سقراط نے خواب میں دیکھا کہ راج ہنس کا ایک بچہ اُسکے گھٹنوں پر ایک لمحہ بیٹھکر اچانک بلند پرواز ہوگیا اور ایک شیریں بات کہہ گیا ✦

۳۴ ہے۔ اور علاوہ اِن کے اور بھی ہیں جن کے بھائی میری رفاقت میں رہتے ہیں۔ مثلاً نیکاسٹریٹس
بن تھیوزوٹائیڈیس اور برادر تھیوڈوٹس (تھیوڈوٹس تو مرچکا ہے پس وہ اپنے بھائی کی منت
نہیں کرسکتا کہ یہہ کام نہ کرے)۔ اور پیرلوس بن ڈیموڈوکس بھی جو تھیاگیس کا بھائی ہے یہاں
موجود ہے۔ پھر اڈائمینٹس بن آرسٹن ہے اور جسکا بھائی افلاطون یہاں ہے نیز انٹیوڈورس
جسکا بھائی اپلوڈورس یہاں ہے۔ میں تمہیں اور بہتوں کا نام بھی بتلا سکتا ہوں
جن میں سے ضرور ہے کہ بعض کا نام ملیٹس اپنی تقریر میں بطور گواہ کے پیش کرے۔
اگرچہ پہلے تو وہ بھول گیا لیکن اب وہ اُن کا نام پیش کردے۔ (اور میں اُس کے
ساتھ کھڑا ہونگا۔ اور اگر اُس کے پاس کوئی ایسا ثبوت ہے تو دے۔ لیکن اَے
دوستو! تم معاملہ تو بالکل دگرگوں دیکھوگے کہ سب کے سب مجھہ بگاڑنے والے اور
ب ان کے اقارب کے ساتھہ بدسلوکی کرنیوالے کی۔ جیساکہ ملیٹس اور انوٹس مجھہ کو
خطاب کرتے ہیں۔ حمایت کرنے کے لئے تیار ہیں۔ کیونکہ امناسب ہے کہ وے جو خراب
ہوگئے ہیں میری حمایت کرنے کی کوئی نہ کوئی وجہ رکھتے ہوں۔ لیکن وہ جو بگڑ نہیں
گئے ہیں اور جواب بوڑھے ہیں اور اُن کے رشتہ دار ہیں ماسوائے راستی اور انصاف

بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۶۔ تھیاگیس کو کیا تھا جس کی بیماری کے سبب وہ پولیٹیکل زندگی سے رکا رہا (ریاست ۶ کتاب ۴۹۶ ب) اِڈائمینٹس افلاطون کا بھائی تھا۔ اپلوڈورس اپنی مشتعل ہو جانیوالی طبیعت کے سبب سے (مانیکاس) یعنی غضبین کہلایا ہے۔ (سمپوزیم ۱۷۳ د) اور ہمیشہ سقراط کے ساتھہ رہتا تھا (میمورا ۲:۱۱:۱۷) اور اُس نے کی وفات پر اوروں کی بہ نسبت زیادہ متاثر ہوا تھا (فیڈو ۱۱۷ د) +

کے میری حمایت کے لئے اور کیا وجہ رکھتے ہیں کہ وہ بخوبی جانتے ہیں کہ ملیتس تو جھوٹا ہی مگر میں سچا +

حاصل کلام - ابواب ۲۳ و ۲۴

میں تمہارے ترس کو محرک کرنے کی معمولی کوشش سے اجتناب کرتا ہوں نہ تکبّر یا حقارت کی راہ سے مگر اسی لئے کہ وہ کوششیں معیوب ہیں

۲۳ - خیر - ای دوستو! یہہ اور دیگر اسی قسم کی باتیں جو ممکن ہیں اور جو میں اپنی معذرت کے لئے رکھتا ہوں کافی ہیں - اغلب ہی کہ تم میں سے کوئی شخص اپنی ہی بابت اِس بات کو یاد کر کے ناراض ہو جاوے کہ کس طرح اُس نے اس سے بھی ادنٰی آزمایش میں پڑکر اور اپنے بچّوں اور دیگر رشتہ داروں اور بہت سے دوستوں کو عدالت میں لاکر منصفوں سے زار زار رو کر خصوصاً رحم کی عرض والتماس کی - اور کہ میں نے باوجود اسی خطرہ میں ہونے کے اُن میں سے کوئی بات بھی نہ کی گویا کہ میں اِس کو ایک ادنٰی درجہ کا خطرہ سمجھتا ہوں - پس اغلب ہی کہ وہ یہہ باتیں سُنکر میرے برخلاف اور زیادہ سخت دل ہو جاوے اور اِن باتوں کے سبب سے غصّے ہو کر میرے برخلاف رائے دے - اگرچہ تم میں سے کوئی شخص ایسا خیال کرے مگر میں تو اِس بات کا الزام نہیں لگاتا لیکن ہی ممکن - اور اگر میں اُس کو ذیل کا جواب دُوں تو یہہ معقول ہوگا کہ ای میرے دوست! میرے بھی تو کوئی ایک رشتہ دار ہیں - کیونکہ خود ہومر کے الفاظ کے بموجب مَیں بلوطوں کے درخت یا پتھروں[۱] سے پیدا نہیں ہوا ہوں" بلکہ انسان سے ایسا کہ ای آتھینے والو! میرے

[۱] یہہ ایک قدیم ضرب المثل تھی جو اس کہانی کی طرف اشارہ کرتی ہی کہ پہلے آدمی درختوں اور بلوطوں سے پیدا ہوئے تھے +

رشتہ دار ہیں اور تین بیٹے جن میں سے ایک تو اب لڑکا ہی اور دو چھوٹے بچّے۔ تس پر بھی میں
انکو تمہارے سامنے حاضر کرکے معافی کا ملتجی نہونگا۔ پس اب میں ان باتوں میں سے کسی
پر عمل کیوں نہ کرونگا؟ ای آتھینے والو! نہ تو تکبر کے سبب سے اور نہ اسلیئے کہ میں تم کو حقیر سمجھتا
ہوں۔ اور کہ آیا میں موت کا دلیری کے ساتھہ مقابلہ کرسکتا ہوں یا نہیں یہہ اور بات ہی۔
مگر اپنی اور تمہاری اور تمام شہر کی عزّت کے لحاظ سے مجھے ان میں سے کوئی بات بھی کرنی
مناسب معلوم نہیں ہوتی نیز اس سبب سے کہ میں یہہ نام اور یہہ عمر رکھتا ہوں۔ خواہ
یہہ سچ ہی خواہ جھوٹ مگر لوگوں کا تو یہہ گمان ہی کہ سقراط کسی نہ کسی وجہ سے اوروں سے
متفرق ہی۔ اور یہہ بڑے شرم کی بات ہوگی کہ اگر تم میں سے وے جو اپنے آپ کو خواہ دانائی
یا شجاعت یا کسی اور افضل خوبی کے لحاظ سے اوروں سے متفرق سمجھتے ہیں ایسا عمل
کریں۔ جیسا کہ میں نے بار بار اکثروں کو جو اپنے آپ کو کچھہ سمجھتے ہیں اپنی آزمائش کے
وقت عجیب باتیں کرتے دیکھا ہی یہہ سمجھہ کر کہ ہم نہ مرینگے خواہ تم اُن کو قتل نہ ہی کرو۔
میں سمجھتا ہوں کہ ایسے آدمی شہر پر بدنامی (یا شرم) لاتے ہیں۔ کیونکہ اکثر غیر لوگ خیال
کرینگے کہ وہ آتھینوی جو نیکی میں مشہور ہیں اور جنکو اُنہیں کے اہل شہر نے حکومت یا کسی
اور معزز عہدے کے لئے مقرر کردیا ہی عورتوں سے بڑھکر نہیں ہیں۔ کیونکہ ای آتھینے
والو! تم کو جو تھوڑی سی بھی شہرت رکھتے ہو ضرور نہیں کہ ان باتوں کو عمل میں لاؤ اور
نہ اگر ہم کریں تو اُن کے کرنے کی اجازت دو۔ بلکہ تمہیں یہہ ظاہر کرنا چاہیئے کہ ہم بہ نسبت
اُن اشخاص کے جو آرام سے رہتے ہیں اُن اشخاص پر زیادہ سختی کرینگے جو ایسے کمینے

کاموں کے مرتکب ہوتے اور شہر کو موجبِ تمسخر بناتے ہیں +

اور ناراستی اور بیدینی کا کام ہو

۳۴- ای دوستو! ماسوائے اپنے اعتبار کے نہ تو یہہ مناسب سمجھتا ہوں کہ منصفوں سے التجا کروں کہ وہ مجھے چھوڑ دیں اور نہ یہہ کہ میں اس طرح سے بچ جاؤں بلکہ یہہ کہ میں لوگوں کو تعلیم اور ترغیب دوں۔ کیونکہ منصف کا کام طرفداری کرنا نہیں ہو بلکہ قانون کے بموجب انصاف کرنا۔ اور اُس نے حلف اس لئے نہیں اُٹھائی ہو کہ جسکی چاہے طرفداری کرے بلکہ اس لئے کہ قانون کے بموجب انصاف کرے۔ پس نہ تو یہہ ضرور ہی کہ ہم تم کو قسم کھانے کی ترغیب دیں اور نہ یہہ کہ تم خود قسم کھاؤ کیونکہ تب تو ہم دونوں دیندار نہ ٹھہرینگے۔ پس ای آتھینے والو! مجھ سے طلب نہ کرو کہ میں اُن باتوں کو عمل میں لاؤں جن کو میں نہ تو اچھا اور نہ راست اور نہ پاک سمجھتا ہوں۔ ہاں! زیوس کی قسم ہو کہ نہ تو عموماً کسی وقت اور نہ خصوصاً اب جبکہ ملیتس مجھپر بے دینی کا الزام لگا رہا ہو۔ کیونکہ اگر میں تمہیں اپنی درخواستوں سے اپنی قسمیں توڑ دینے کے لئے مجبور کروں تو ظاہر ہو کہ میں تمہیں سکھلاتا ہوں کہ تم دیوتاؤں کو مت مانو۔ اور اصالتاً اپنی عذرخواہی سے اپنے ہی پر آپ الزام لگاتا ہوں کہ میں دیوتاؤں کو نہیں مانتا۔ بلکہ عموماً ایسا ہی سمجھنا چاہئے۔ کیونکہ ای آتھینے والو! میں تو دیوتاؤں کو ایسے طور پر مانتا ہوں کہ میرے مدعیوں میں سے ویسا کوئی بھی نہیں مانتا۔ اور میں اپنا انصاف تمہارے اور خدا کے حوالہ کرتا ہوں کہ ویسا ہی ہو جیسا میرے اور تمہارے لئے مفید ہو +

حصّہ دویم[1] فیصلے کے بعد اور فتویٰ سے پہلے

(تقریر دویم)

ابواب ۲۵ سے ۲۸

> ای منصفو میں تمہارے فیصلے پر نہیں بلکہ انکی تعداد کی قلت پر تعجب کرتا ہوں جنہوں نے مجھے مجرم ٹھہرایا ہے

۲۵- ای آتھینے والو! میں اس بات پر جو ہوگئی ہی ناراض نہیں ہوگیا ہوں کہ تم نے میرے برخلاف رائے دی ہی- اور یہہ کئی وجہوں سے ہی- اور امید بھی تھی کہ تم مجھے مجرم ٹھہرا دوگے- مگر مجھے رایوں کی تعداد پر خصوصاً بڑا تعجب آتا ہی- کیونکہ میں نے تو خیال بھی نہ کیا تھا کہ تعداد کی یہہ قلت ہوگی بلکہ یہہ کثرت- مگر اب تو جیسا نظر آتا ہی اگر تیس رائیں بدل جاتیں تو میں آزاد ہو جاتا- پس جیسا کہ مجھے معلوم ہوتا ہی میں ملیتس سے اب بھی رہا ہوگیا ہوں اور نہ صرف رہا ہی ہوگیا ہوں بلکہ اظہر ہی کہ اگر انوتس اور لوکوں حاضر ہو کر مجھہ پر نالش نہ کرتے تو

---

[1] سقراط ۲۸۱ میں سے ۲۲۰ ممبروں کی رایوں سے مجرم ٹھہرایا گیا تھا- چونکہ میدینی کا نامشتار آتھینوی قانون کے بموجب حیثیت عرفی کا مقدمہ تھا (یعنی تعزیر پہلے سے معین نہیں کیجاتی تھی بگر مقدمہ کے فریقین میں سے ایک یا دوسرے فریق کی عزت کے موافق منصفوں سے تجویز کی جاتی تھی) اسی لئے فیصلہ مجرم ملیتس کی دوسری تقریر کے بعد سنایا گیا تھا اور اس میں موت کی تعزیر مذکور تھی- سقراط اسکا جواب دیتا اور اس کے مقابل کی تعزیر تجویز کرتا ہی*

اُس کو رایوں کا پانچواں حصہ بھی نصیب نہ ہوتا اور اُسکو ایک ہزار[1] درہم جرمانہ بھرنا پڑا + ب

اگر میں اپنے مستوجب بالمقابل تعزیر تجویز کروں تو مناسب ہے کہ میر مجلسوں کے بالا خانہ میں میری پرورش ہو

۲۶ - پس وہ میرے لیئے موت کی تعزیر تجویز کرتا ہے - خیر! یونہی سہی - مگر اے آتھینے والو! میں اُس کے برخلاف تمہارے سامنے کونسی تعزیر تجویز کرونگا؟ کیا بظاہر وہ نہیں جس کا میں مستوجب ہوں؟ پس وہ کونسی ہے؟ میں کس بات کا مستوجب ہوں آیا موت کا یا جرمانہ کا؟ کیونکہ میں نے اپنی زندگی میں آرام کو حرام جانا اور جن چیزوں کو لوگ گرانقدر سمجھتے ج ہیں مثلاً دولت اور خانگی معاملات اور فوجی افسری اور مجمع میں لکچر دینا اور اسی قسم کی اور باتیں جو شہر میں ہوا کرتی ہیں مثلاً حکومت اور مشاعرہ اور جتھہ وغیرہ - میں نے اُن کی کچھ پرواہ نہ کی یہہ سمجھکر کہ میں نے ہوشیاری کی کہ ان معاملات سے اپنے آپ کو محفوظ رکھا -

میں وہاں نہ گیا جہاں میں نے نہ تو تمہیں اور نہ اپنے آپ کو کوئی فائدہ پہنچایا - مگر جیسا کہ میں کہتا ہوں ہر ایک کے پاس خلوت میں اپنی سب سے افضل خدمت ادا کرنے کے لیئے گیا اور تم میں سے ہر ایک کو اس بات کی ترغیب دینے کی کوشش کی کہ جب تک پہلے اپنی ہی فکر نہ کر لو تا کہ حتی الوسع کامل اور

---

[1] مجرموں کی تحقیقات میں دستور تھا کہ اگر مدعی پانچواں حصہ رایوں کا حاصل نہ کرتا تو اُسپر ایکہزار درہم جرمانہ ہوتا تھا اور اُس کا یہہ حق بھی زائل ہوجاتا تھا کہ آئندہ کو اس قسم کا کوئی اور مقدمہ دائر کرے - بہت سے شکل مقدمات میں مدعی کی طرف سے رقم دعویٰ کا ۱/۶ مدعا علیہ کو دلوایا جاتا تھا یعنی ایک اوبل (تقریباً ڈیڑھ آنہ) فی درہم +

دانا بن جاؤ اپنے معاملات کی ہرگز فکر نہ کرنا۔ اور جب تک کہ خود شہر[۱] کی فکر نہ کرلو شہر کے معاملات کی فکر نہ کرنا۔ اور اسی طرح دیگر معاملات کی بابت بموجب اُس کے اپنے طریقے کے فکر کرنا۔ پس میں اِس وطیرہ کا ہو کر کس بات کا مستوجب ہوں ؟ ای آنکھنے والو! اگر میں بالضرور اپنے مستوجب کے تجویز کرنے کا مجاز ہوں تو وہ یہہ ہے کہ کوئی نہ کوئی عمدہ شئے اور وہ بھی کوئی ایسی عمدہ شئے جو میرے حسب حال ہو۔ پس اُس غریب نیکوکار شخص کے جسکو تمہیں نصیحت کرنے کے واسطے فرصت کی ضرورت ہے کونسی شئے موزوں ہے ؟ ای آنکھنے والو! ایسے شخص کے حسب حال اور کچھہ نہیں مگر یہہ کہ وہ میر مجلسوں کے مجمع گاہ[۲] میں پرورش پاوے۔ اور یہہ انعام اُس شخص

---

[۱] سقراط کی اس خاصیت کی تصویر کا افلاطون کی اُس تصویر کے ساتھہ مقابلہ کرو جو وہ خیالی (یا باطنی) فلاسفر کی تھیٹیٹس ۱۷۳ج میں کھینچتا ہے: "وہ جوانی سے لیکر بازار کا رستہ نہیں جانتے اور نہ یہہ جانتے ہیں کہ کچہری یا سینیٹ یا کوئی اور مجمع گاہ کہاں ہے۔ قوانین اور فیصلے خواہ زبانی خواہ تحریری نہ تو وہ دیکھتے اور نہ کبھی سُنتے ہیں۔ جبکہ صدر مقامی اور مجمعوں اور ضیافتوں اور عیاشی اور بانسری بجانے والی لڑکیوں کا خیال اُن کے خواب میں بھی نہ آتا تھا۔ اور حقیقی فلاسفر کسی شخص کی بابت خواہ وہ اہل شہر اعلیٰ یا ادنیٰ نژاد ہو یا کوئی ساموروثی عیب کسی عورت یا مرد میں ہو ماسوائے اس ضرب المثل کے کہ وہ سمندر میں محل بنانا" اور کچھہ نہ جانتا تھا +

[۲] میر مجلسوں کے مجمع گاہ (ڈپروٹینیو) اور میر مجلسوں کے بالاخانہ (تھولاس) میں فرق کرنا چاہئے ۔ اول الذکر ایک عمارت تھی جو اکروپولس کے شمال مشرقی ڈھلوان پر واقعہ تھی۔ یہہ دیوی ہستیا کو مخصوص تھی اور اس میں شہر کا "آتشدان عام" تھا۔ یہہ عمارت ویسٹا کے مندر واقعہ روم کے مقابل میں تھی۔ اُس میں سفیروں کی مہمانی ہوتی تھی اور مشہور شہریوں کی عام اخراجات سے پرورش ہوتی تھی +

کے لئے اُس انعام سے کہیں بڑھکر ہے جو تم میں سے کوئی شخص حاصل کرے جس نے اپنے ایک یا دو یا چار گھوڑوں کے ذریعہ اولمپیا کی گھوڑ دوڑ میں فتح پائی ہو کیونکہ ہ ایسا شخص یہہ ظاہر کرتا ہے کہ تم خوش ہو مگر میں تم کو حقیقتاً خوش بناتا ہوں۔ اور وہ تو خوراک کا حاجتمند نہیں ہے مگر میں ہوں۔ پس اگر ضرور ہے کہ میں قانوناً اپنی تعزیر آپ تجویز کروں۔ تو میں یہہ تجویز کرتا ہوں کہ میر مجلسوں کے مجمع گاہ میں میری پرورش ہو٭

۲۷۔ پس شاید میں ان باتوں کے کہنے میں بھی تمہیں ویسا ہی شوخ معلوم ہوؤں جیسا آنسوؤں اور منتوں کے بارے میں شوخ معلوم ہوا تھا۔ لیکن اے اہتھینے والو ایسا تو نہیں ہے۔ مگر خصوصاً جیسا کہ ذیل میں درج ہے مجھ کو یقین ہے کہ میں نے ارادةً لوگوں سے کوئی بدسلوکی نہیں کی۔ مگر تمہیں اسکا یقین دلا نہیں سکتا ہوں۔ کیونکہ ہم نے آپس میں بہت تھوڑی مدت تک گفتگو کی ہے۔ اگر تمہارے قوانین ہوتے جیسے اور لوگوں کے ہاں ہیں کہ صرف ایک ہی دن میں موت کی بابت فیصلہ نہ کیا جاوے تو میں خیال کرتا ہوں کہ تمہیں قائل کر دیتا۔ لیکن اب تھوڑے سے عرصہ میں اس قدر بڑے تعصب کو ب رفع کر دینا کچھ آسان بات نہیں ہے۔ جبکہ میں اس بات کا قائل ہوں کہ میں نے کسی سے کوئی بدی نہیں کی تو میں اپنے ہی ساتھ تو ضرور ہی بدی نہ کرونگا اور نہ اپنے برخلاف تجویز کرونگا کہ میں بدی کا مستوجب ہوں اور نہ کسی کو اپنے لئے بُری تجویز کرنے دونگا پس مجھے کیا چاہئے؟ کیا میں اُس سزا کو جسے ملیتس نے میرے لئے تجویز کی ہے اور جسکو میں

اگر میں نے قید یا جرمانہ یا جلاوطنی اپنے لئے تجویز کی تو میں اپنے ہی ساتھ بے انصافی کرنیوالا ٹھہرونگا

نہ تو نیک اور نہ بد کہتا ہوں برداشت کروں؟ کیا برعکس اس کے میں اُس شئے کو پسند کروں جس کو میں بخوبی جانتا ہوں کہ بُری ہی؟ اور اسی کو بطور سزا تجویز کروں؟ کیا میں قید تجویز
ج کروں؟ اور میں اپنی عمر کیوں قید میں متواتر افسروں یعنی گیارھوں کی غلامی میں بسر کروں؟ اور کیا میں جرمانہ اور قید دونوں کو تجویز کروں جبتک کہ جرمانہ ادا نہ ہو جائے بلکہ میرے لئے تو قید ہی جیسا کہ میں نے آپ کہہ دیا ہی۔ کیونکہ میرے پاس روپیہ تو ہی نہیں کہ جرمانہ ادا کروں۔ لیکن کیا میں جلاوطنی تجویز کروں گا؟ شاید تم بھی اس کو پسند کروگے۔ میں
د زندگی کو تو بڑا عزیز رکھتا اگر میں اس قدر نامعقول ہوں کہ معقول بنا نہیں سکتا کہ تم جو میرے ہمشہری ہو میرے مباحثوں اور باتوں کی برداشت نہیں کر سکتے بلکہ تمہیں یہ باتیں بار اور ناگوار گذری ہیں یہانتک کہ تم اُن سے آزاد ہو جانا چاہتے ہو۔ لیکن کیا اور لوگ (یعنی اجنبی لوگ) اِن باتوں سے بآسانی خوش نہ ہوتے؟ اے آتھینے والو! (میں خیال کرتا ہوں) کہ بالضرور۔ پس مجھ جیسے بوڑھے آدمی کی باقی زندگی عمدہ طرح بسر ہو جائیگی اگر میں یہاں سے نکل جاؤں اور ایک شہر سے دوسرے شہر کو بھگایا جاؤں اور آوارہ کیا جاؤں۔ کیونکہ میں بخوبی جانتا ہوں کہ جہاں کہیں میں جاؤنگا وہاں ہی جوان لوگ میری باتیں سُنینگے جیسے یہاں سُنتے ہیں۔ اور اگر میں اُن کو اپنے پاس آنے سے منع کروں تو وے اپنے بزرگوں کو اُسکا کر مجھے نکال دینگے۔ اور اگر میں اُن کو اپنے پاس
ہ آنے سے منع نہ کروں تو اُن کے والد اور دیگر اقارب بجائے اُنکے مجھے نکال دینگے۔

۲۸۔ پس شاید کوئی کہے۔ کہ اے سقراط! تو آتھینے

میں خدا کی نافرمانی نہیں کر سکتا اور نہ اپنا طریقہ زندگی بدل سکتا ہوں میں تیس مینا کا جرمانہ تجویز کرتا ہوں

سے کیوں نہیں باہر جاسکتا اور خاموشی سے زندگی بسر کرسکتا ؟ تم میں سے بعضوں کو
اس بات کا یقین دلانا اب تو نہایت دشوار ہی۔ کیونکہ اگر میں کہوں کہ یہہ خدا کے حکم کی نافرمانبرداری
ہی اس لیئے میں خاموش نہیں رہ سکتا تو تم کہوگے کہ سقراط ہجو ملیح کرنیوالا ہی۔ اور تم میرا ۸
یقین نہ کروگے۔ اور پھر اگر میں کہوں کہ انسان کے لیئے اِس سے بہتر کوئی اور بات نہیں
کہ ہر روز نیکی اور دیگر معاملات پر گفتگو کرے جن کی بابت تم نے مجھے گفتگو کرتے اور اپنے
آپکو اور اَوروں کو آزمانے سُنا ہی۔ اور کہ ناآزمایا ہوا شخص زندہ رہنے کے لائق
نہیں ہی۔ تو تم اور بھی کم اعتبار کروگے کہ میں نے کبھی ان باتوں پر گفتگو کی ہی۔ لیکن
ای دوستو! حقیقت تو یونہی ہی جیسا کہ میں کہتا ہوں۔ مگر یقین دلانا آسان نہیں ہی۔ ب
اور علاوہ بریں میں اپنے آپ کو کسی سزا کا مستوجب ٹھہرانے کا عادی نہیں ہوں۔
کیونکہ اگر میرے پاس روپیہ ہوتا تو میں اُس قدر جرمانہ تجویز کرلیتا جسقدر کہ دینا ممکن ہوتا
اور مجھے کچھہ نقصان نہ پہنچتا۔ لیکن اب تو میں کچھہ تجویز نہیں کرتا کیونکہ میرے پاس کچھہ
نہیں ہی۔ مگر جس قدر کہ میں پیدا کرسکتا ہوں اُسی قدر تم میرے لیئے تجویز کرلو۔ اور شاید
میں ایک مینا نقرئی ادا کرسکتا ہوں۔ پس میں اسی قدر جرمانہ تجویز کرتا ہوں۔ ای آتھینے
والو! افلاطون اور کریٹو اور کریٹوبولس اور اپلوڈورس یہاں ہیں اور مجھے فرماتے ہیں
کہ میں تیس مینا تجویز کروں۔ پس میں اُسی قدر تجویز کرتا ہوں۔ اور وے اُس روپے
کے کافی ضامن ہیں +

حصہ سوئم فتویٰ کے بعد

(تقریر سوئم)

۲۹ سے ۳۳ ابواب تک

(ا) اُن کی بابت جنہوں نے سزائے موت کی رائے دی تھی (۲۹ و ۳۰)

(ب) اُن کی بابت جنہوں نے اسکے برعکس رائے دی تھی (۳۱ و ۳۲)

(ج) حاصل کلام (۳۳)

ج تم جنہوں نے مجھے اس لئے ملزم ٹھہرایا ہی کہ میں نے منت کرنے سے انکار کیا اپنے اوپر آپ ہی شامت لے آئے ہو

۲۹- ای آتھینے والو! وقت کے لحاظ سے یہہ کچھہ بڑی قیمت نہیں ہی کہ تم اُن سے جو شہر پر گالی لگانا چاہتے ہیں یہہ نام اور الزام حاصل کرو کہ تم سقراط جیسے دانا شخص کو مار ڈالتے ہو- کیونکہ وے جو تمہیں ملامت کرنا چاہتے ہیں مجھے دانا کہتے ہیں اگرچہ میں دانا نہیں ہوں- کیونکہ اگر تم تھوڑی سی دیر بھی ٹھہر جاتے تو تمہارا یہہ مطلب خودبخود ہی پورا ہو جاتا- کیونکہ تم میری عمر کو دیکھتے ہو کہ میں عمر رسیدہ ہوں اور موت کے کنارے- مگر میں یہہ باتیں تم سب کی بابت نہیں کہتا بلکہ اُنکی بابت جنہوں نے مجھپر موت کا فتویٰ دیا ہی- اور میں ابھی بھی انہیں کی بابت بول رہا

د ہوں- ای میرے دوستو! شاید تم خیال کرو کہ میں ایسے دلائل لانے میں قاصر ہو گیا

ہوں جن سے میں تم کو ترغیب دے سکتا کہ تم مجھ کو بری کر دو اگر میں ایسا کرنا اور کہنا بہر صورت ضروری سمجھتا۔ یہ تو بہت ہی ضروری ہے۔ ہاں! میں قاصر تو ہو گیا ہوں۔ دلائل کے لحاظ سے نہیں بلکہ دلیری اور بے شرمی اور تمہیں ایسی باتیں کہنے کا ارادہ کرنے کے لحاظ سے جن کو تم مجھ سے سننے کے مشتاق تھے کہ میں روتا پیٹتا اور دیگر بہت سی باتیں کرتا اور کہتا جن کو میں اپنے شایاں نہیں سمجھتا جیسا کہ تم اوروں سے سننے کے مشتاق ہو۔ بلکہ نہ تو میں نے اس وقت خطرے کے لحاظ سے کوئی بزدلی کی بات کرنے کی ضرورت سمجھی اور نہ اب اسی طرح عذر کر کے میں پچھتاتا ہوں۔ لیکن خصوصاً اس طرح عذر کر کے زندہ رہنے کی نسبت اس طرح عذر کر کے مر جانا زیادہ بہتر تصور کرتا ہوں۔ کیونکہ نہ تو عدالت میں اور نہ جنگ میں نہ تو مجھے اور نہ کسی اور کو ایسی باتوں کے عمل میں لانے کی ضرورت ہے تاکہ ہر قسم کا حیلہ کر کے موت سے بچ نکلے۔ کیونکہ اکثر لڑائیوں میں دیکھا گیا ہے کہ ایک شخص اپنے تعاقب کرنے والوں کے سامنے ہتھیار ڈالکے اور دو زانو ہو کے موت سے بچ جاتا ہے۔ اور اگر کوئی شخص دلیری سے ہر قسم کا حیلہ کرے اور باتیں بناوے تاکہ موت سے بچ نکلے تو ہر طرح کے خطروں میں سے بچ نکلنے کی اور بہت سی تجویزیں بھی ہیں۔ لیکن اے دوستو! موت سے بچ رہنے کی بہ نسبت بدی سے بچ رہنا نہایت دشوار تر ہے۔ کیونکہ وہ موت سے زیادہ تر تیز رفتار ہے۔ اور میں تو جو سست اور بوڑھا ہوں زیادہ تر سست تعاقب کرنے والے سے مغلوب ہو گیا ہوں۔ مگر میرے دشمن جو بڑے تند اور تیز ہیں زیادہ تر تیز تعاقب

ہ

۳۹

ب

کرنے والے (یعنی) بدی سے مغلوب ہو گئے ہیں ۔ اور میں تو اب تم سے موت کا فتویٰ پاکر چلا جاؤنگا۔ مگر وسے حق کی طرف سے شرارت اور ناانصافی کا فتویٰ پاکر چلے جائیں گے اور میں اور وسے دونوں اپنے اپنے فتووں کے تحت میں ہیں۔ شائد یہہ باتیں تو درست ہوں اور ایسی ہی ہوں۔ اور میں خیال کرتا ہوں کہ یہہ باتیں درست ہیں *

ج	میرا سایہ اوروں پر پڑیگا۔ تم راست زندگی بسر کرنے کے سبب سے ابھی بھی ملامتیں برداشت کروگے

۳۰۔ اور اب ان باتوں کے بعد میں تمہاری بابت جنہوں نے میرے برخلاف رائے دی ہی پیشینگوئی کرنی چاہتا ہوں۔ کیونکہ اب میری موت کا وقت آپہنچا ہی۔ اور یہہ وہ وقت ہی جس میں لوگ خصوصاً نبوت کیا کرتے ہیں جبکہ وہ قریب المرگ ہوتے ہیں۔ کیونکہ اے دوستو!

لہ ایسا ہی پٹروکلس نے جبکہ مرنے پر تھا ہکٹور کی آئندہ وفات کی پیشینگوئی کی۔ (الیڈ ۱۶ کتاب سطر ۸۵۱) - (اور ہکٹور نے اکلس کی موت کی (ایضاً ۲۲ کتاب ۳۵۰ سطر) نیز دیکھو فیڈو ۸۵ ا قریب المرگ راج ہنس کا گیت سینسر روڈیرن کی حالت کے ذریعہ جس نے مرتے وقت اپنے چھ ہمعصر آدمیوں کا نام لیا اور اس بات کی پیشینگوئی کی کہ وہ کس ترتیب سے فوت ہونگے قریب المرگ لوگوں کی نبوی طاقتوں کی تشریح کرتا ہی۔ یہہ یقین قدما میں عام تھا [الیڈ کے مقامات یہہ ہیں ٹیں تجھے ایک اور بات بتلاؤنگا اور تو اسپر اپنے دل میں غور کر۔ فی الحقیقت تو خود بہت بوڑھا نہ ہوگا مگر موت اور بدقسمتی اب تیرے سامنے موجود ہیں جبکہ اکیس کی بے عیب نسل اکلس کے ہاتھوں سے تو سر کیا جائیگا۔ ہکٹور کی پیشینگوئی "یقیناً بخوبی تجھ کو جانگر میں نے پہلے سے یہہ دیکھا اور نہ میں تجھے ترغیب دینے کے لئے مقرر نہیں ہوا تھا۔ کیونکہ سچ مچ تجھ میں ایک آہنی روح ہی۔ اب غور کر کہ ایسا نہ ہو کہ جس دن پارس اور فوبیس اپلو تجھے سیکنا کے پھاٹکوں پر اگرچہ تو بہادر ہو قتل کرینگے تو میں تیرے لئے دیوتاؤں کے غضب کا موجب ہوؤں"۔ ڈایو ڈورس سکیولس کہتا ہی کہ فیثاغورث ساموس کا باشندہ

تم جو مجھے قتل کرتے ہو یقین جانو کہ میری وفات کے بعد ہی تم پر اُس سے نہایت ہی
سخت تر سزا آنیوالی ہی جو تم مجھ کو دیتے ہو۔ کیونکہ تم نے تو اب یہہ کام کر لیا ہی یہہ خیال
کر کے کہ تم اپنی اپنی زندگی کا حساب دینے سے بری ہو جاؤ گے۔ مگر جیسا کہ میں کہتا
ہوں تمہارے لئے یہہ بالکل ایک برعکس نتیجہ ہوگا۔ بہت سے اشخاص ہونگے جو تم سے
حساب طلب کرینگے اور یہہ وہ ہیں جن کو اب مینے دیکھ لیا ہی مگر تم نے اُن کو نہیں دیکھا۔
وے بڑے تند مزاج ہونگے کیونکہ وہ جوان ہونگے اور تم اُن سے بڑے ناراض ہوگے۔
کیونکہ اگر تم یہہ خیال کرو کہ ہم اُن کو جو ہمیں ہماری خراب زندگی پر ملامت کرینگے قتل
کر کے اس کام سے باز رکھینگے تو یہہ تمہاری خام خیالی ہی۔ کیونکہ یہہ رہائی کی صورت
نہیں ہی اور نہ تو بالکل ممکن ہی ہی اور نہ حسن۔ لیکن یہہ بہت بہتر اور آسان بات ہی
کہ لوگوں کو ملامت کرنے سے نہ روکا جاوے بلکہ اپنے آپ کو حتی الوسع بہتر بنانے کی
کوشش کی جاوے۔ پس میں تمہارے لئے جنہوں نے میرے برخلاف رائے
دی ہی ان باتوں کی پیشینگوئی کر کے روانہ ہوتا ہوں +

بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۹ ۔ اور بعض دیگر قدیم علما علم خواص الاشیاء نے اس بات کو ثابت کیا ہی کہ انسان کی روحیں غیر فانی ہیں۔ اور اس رائے کا یہہ نتیجہ ہی کہ اُس وقت جبکہ وے بذریعہ موت کے جسم سے جدا ہوتی ہیں تو وے آئندہ واقعات کو بھی پیشتر سے جانتی ہیں۔" اور سکسٹس ایمپائرکس ارسطاطالیس کی سند پیش کرتا ہی کہ ارسطاطالیس کہتا ہی کہ روح جب موت کے ذریعہ جسم سے علیحدہ ہوتی ہی تو آئندہ واقعات کو پیشتر سے دیکھتی اور بتلاتی ہی۔" مترجم] +

۱۲۱- مگر اُن کے ساتھ جنہوں نے میرے برخلاف رائے نہیں دی ہیں اُس عرصہ میں جس میں کہ افسران اپنے کام میں مشغول ہیں اور پیشتر اسکے

ط تمہارے حق میں جنہوں نے میرے برخلاف رائے نہیں دی ہیں کہتا ہوں کہ میری الہی نشان کی خاموشی مجھے یقین دلاتی ہو کہ یہہ کوئی بُری بات نہیں ہو

کہ میں اُس جگہ جاؤں جہاں مجھے مرنا ہو اُن باتوں کی بابت جو واقع ہوئی ہیں خوشی سے گفتگو کرتا ہوں - لیکن ای دوستو! اِتنی دیر تک تم میرے ساتھ رہو - کیونکہ کوئی امر

۴۰ اس کا مانع نہیں ہو کہ ہم جیسا کہ مناسب ہو ایک دوسرے کے ساتھ گفتگو کریں - کیونکہ میں تمہارے سامنے بطور دوستوں کے اُن باتوں کو منکشف کر دینا چاہتا ہوں جو مجھہ پر اب واقع ہوا ہو اُسکے کیا معنی ہیں - کیونکہ ای منصفو! (مناسب ہو کہ میں تمہیں منصف کہوں) مجھہ پر ایک عجیب واقع گذرا ہو - کیونکہ الہی آواز کا نبوی نشان قبل ازیں میری تمام عمر تا حال ہمیشہ میرے ساتھہ رہا ہو اور جب کبھی میں کسی ذرہ سے بھی ناواجب فعل کا مرتکب ہوتا تو وہ مجھے ہمیشہ روکتا رہا ہو - مگر اب جو کچھہ کہ مجھہ پر واقع ہو چکا ہو تم خود اُس کو جانتے ہو اور جسکو کوئی شخص اعلیٰ خرابی تصور اور شمار کرتا ہو - لیکن نہ تو اُس وقت جب میں صبح کے وقت گھر سے روانہ ہوا اور نہ اب جبکہ میں

ب عدالت میں حاضر ہوں اور نہ میری تقریر میں جب میں کچھہ کہنے کو ہوتا اُس الہی نشان نے مجھے روکا - اگرچہ دوسرے وقتوں میں عین گفتگو کے موقعہ پر اکثر اوقات مجھے روکتا رہا - مگر اب اس معاملہ میں نہ تو عمل میں اور نہ کلام میں اُس نے مجھے کبھی روکا - پس میں تم کو بتلاؤنگا کہ میں اِس سے کیا مراد لیتا ہوں ؟ یہہ بات جو مجھہ پر واقع

ہوگئی ہی نیک ہوگی۔ اور ہم میں سے وے جو موت کو برا تصور کرتے ہیں درست خیال نہیں کرتے میرے لئے بڑا ثبوت ہی کہ موت اچھی چیز ہے کیونکہ جب کبھی میں کوئی نیک کام کرنے پر آمادہ ہوا تو معمولی نشان نے مجھے کبھی بھی نہ روکا۔ ج

موت سے یا تو فنا ہو جانا مراد ہی یا بہتر زندگی بسر کرنا اور یہہ دونوں باتیں عمدہ ہیں

۳۲۔ اور اب ہم اس پر اسی طرح غور کرینگے گویا کہ بہت امید ہی کہ موت اچھی چیز ہی۔ کیونکہ موت دو حالتوں سے خالی نہیں ہی۔ یا تو متوفی بالکل نیست ہوجاتا ہی اور اُس کو کسی قسم کی حس نہیں رہتی یا عام عقیدے کے بموجب موت اس جگہ سے دوسری جگہ کو روح کی تبدیلی یا نقل مکانی ہی۔ اور اگر موت جس کا معدوم ہو جانا ہی یا مثل اُس شخص کی نیند کے ہی جو بغیر کسی خواب یا رویا دیکھنے کے سوتا ہی۔ تب تو یہہ ایک عجیب نفع ہی کیونکہ اگر کوئی شخص اُس رات کو چن لے جس میں کہ وہ بھاری نیند سے سویا ہوا ور جس میں اُس نے کوئی خواب نہ دیکھا ہو اور اُس رات کو اپنی زندگی کی دیگر راتوں اور دنوں سے جن کو اُس نے اپنی ہی زندگی میں بڑی عمدہ طرح اور خوشی کے ساتھ گذرا تا ہو اِس رات کے ساتھ مقابلہ کرے تو میں خیال کرتا ہوں کہ کوئی شخص بلکہ خود بڑا بادشاہ[1] بھی اِس رات کو مقابلہ میں دوسرے دنوں اور راتوں کے عمدہ شمار کریگا۔ ھ پس اگر موت اسی قسم کی ہی تو میں اُس کو بھی نفع ہی سمجھتا ہوں۔ کیونکہ اس سے ظاہر ہوتا ہی کہ ازلیت ایک ہی رات سے کچھہ بڑھکر نہیں ہی۔ اور پھر اگر موت اس مقام

[1] بڑا بادشاہ یا شاہ فارس اُس شخص کا اصل نمونہ تھا جس کے پاس تمام زمینی برکات موجود ہیں

سے دوسرے مقام کو سفر کرنا ہی (اور اگر عام مقولہ سچ ہی) کہ تمام وفات یافتہ لوگ اُس
جگہ موجود ہیں۔ تو اے منصفو! اِس سے بڑھکر عمدہ اور کونسی بات ہی؟ کیونکہ اگر کوئی
۴۱ شخص عالمِ ارواح تک سفر کرے تو اِن زبانی منصفوں کے قبضہ سے چھوٹ جائیگا
اور اُن کو دیکھے گا جو فی الحقیقت منصف ہیں۔ اور جن کی بابت کہا جاتا ہی کہ وہاں
عدالت کرتے ہیں۔ مثلاً مینوس[۵] اور رہاڈامنتھس اور اپاکس اور ٹرپٹالیمس اور دیگر
نیم خدا جو اپنی زندگی میں نیک رہ گئے ہیں۔ تو کیا یہہ سفر ایک ادنیٰ سی بات ہی؟ یا
پھر تم میں سے کون شخص اورفیس اور موسائیس[۶] اور ہیسیڈ اور ہومر کے ساتھ رہنا کیوں
ب نہ پسند کریگا؟ اگر یہہ بات سچ ہی تو میں تو بار بار مرنا چاہتا ہوں۔ اور میرے لئے تو
اُس جگہ (جب کبھی کہ موقع ملے) پالمیڈیس اور ٹیلامون کے بیٹے ایاٹس اور دیگر قدما
کے ساتھ جو بے انصافی سے قتل ہو گئے ہیں صحبت رکھنی تعجب کی بات ہوگی۔ اور جیسا
کہ میں خیال کرتا ہوں اپنی ہی تکلیفات کا اُن کی تکلیفات سے مقابلہ کرنا کچھ کم خوشی کی

---

[۵] پہلے تین (زیوس کے بیٹوں) کا ذکر گورگیاس ۵۲۴ میں یوں آیا ہی کہ وہ مُردوں کے منصف ہیں
اس جگہ مرقوم ہی کہ رہاڈامنتھس اُن کا انصاف کرتا ہی جو ایشیا سے آتے ہیں اور اپاکس اُن کا جو یورپ سے
آتے ہیں جبکہ مینوس منصف کے طور پر عمل کرتا ہی۔ اِس افسانہ کو جو گورگیاس (۵۲۳) میں ہی اس مقام
کے ہمراہ پڑھنا چاہیے۔ بعض بیانات کے بموجب ٹرپٹالیمس شاہ الیوسس کا بیٹا تھا۔ اُسکا ذکر عموماً دِمیتر
کی عبادت کے ساتھ ہوا ہی۔ ہومر کے اُس گیت میں جو اُس نے دمیتر کی شان میں لکھا ہی ٹرپٹالیمس زمین کا
منصف قرار دیا گیا ہی۔ مگر بقول رڈل صاحب کے صرف یہی مقام ہی جس میں وہ مُردوں کا انصاف کرنیوالا بیان
کیا گیا ہی۔ [۶] اورفیس اور موسائیس یونان کے دو افسانوی شاعر (مداح) تھے۔ کہتے ہیں کہ اُنہوں نے
اپنے ملک کے لئے مذہب اور تہذیب عامہ کے بارے میں بہت کچھ کارنمایاں ظاہر کئے ہیں ٭

بات نہ ہوگی۔ اور خصوصاً سب سے بڑھکر یہہ کہ جس طرح میں یہاں کے لوگوں کو آزماتا اور تحقیق کرتا رہا اُسی طرح وہاں کے باشندوں کو آزماونگا اور اُنکی تحقیق کرونگا کہ اُن میں سے کون دانا ہی اور کون ہی جو کہتا ہی کہ میں دانا ہوں مگر ہی نہیں۔ اور ای منصفو اکس طرح سے کوئی شخص اُن کو جنہوں نے ٹرائے پر فوج کشی کی یا اُڈوسے یا سیسوفان یا اور بیشمار مردوں اور عورتوں کو جن کا کوئی نام لے سکے آزمانا تسلیم کریگا جن کے ساتھہ اُس جگہ گفتگو کرنی اور جن کے ساتھہ رہنا اور جن کو آزمانا لا محدود خوشی ہوگی؟ یقیناً وہاں کے باشندے اِس کام کے سبب کسی کو ہرگز قتل نہ کرینگے۔ کیونکہ اُن اسباب کے علاوہ جن میں وہاں کے باشندے یہاں کے باشندوں کی بہ نسبت زیادہ تر خوش ہیں یہہ ایک سبب ہی کہ غیر فانی ہیں۔ اگر عام عقیدہ سچ ہو۔ ج

۴۳۔ اور ای منصفو لازم ہی کہ تم موت کی بابت با امید رہو اور اِس ایک ہی بات کو بخوبی بیقین جانو کہ سچ ہی کہ نیک آدمی کو نہ تو اُس کی زندگی میں اور نہ موت کے بعد کوئی نقصان پہنچ سکتا ہی اور نہ اُس کے معاملات کی بابت الہوں کی طرف سے غفلت ہوتی ہی۔ اور جو کچھہ کہ مجھہ پر اب واقع ہوا سو اتفاق سے نہیں ہوا۔ مگر مجھہ پر یہہ روشن ہی کہ اب میرے لئے مرجانا اور تکالیف سے رہا ہو جانا بہتر ہی۔ اور اِسی سبب سے اُس نشان نے مجھہ کو ہرگز نہ روکا اور میں بھی اپنے برخلاف رائے دینے والوں اور

ای منصفو نیک آدمی کو خواہ وہ زندہ ہو خواہ مرجائے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا ہی میں تم سے جو میرے دشمن ہو یہہ عرض کرتا ہوں کہ میرے بیٹوں کے ساتھہ ویسا ہی سلوک کرنا جیسا کہ میں نے تمہارے ساتھہ سلوک کیا ہی۔

اپنے دشمنوں سے زیادہ رنجیدہ نہیں ہوں - اور یہہ بھی اس نسبت سے نہیں ہی کہ اُنہوں نے
مجھہ پر الزام لگایا اور میرے برخلاف رائے دی بلکہ اِسی لئے کہ وے مجھے نقصان
پہنچاویں - یہانتک تو وے ملزم ہیں - تسپر بھی میں اُن سے یہہ عرض کرتا ہوں کہ اے
دوستو! جب میرے لڑکے جوان ہوں اور اگر تم کو معلوم ہو کہ وے نیکی سے پہلے دولت
۵ یا کسی اور شئے کی فکر کرتے ہیں - اور اگر یہہ معلوم ہو کہ وہ خیال کرتے ہیں کہ ہم کچھہ ہیں جبکہ
نہیں ہیں تو تم اُن سے ویساہی سلوک کرنا جیسا کہ میں نے تم سے کیا اور اُنہیں ملامت
کرنا جس طرح میں نے تم کو ملامت کی کیونکہ وہ اُن باتوں کی فکر نہیں کرتے جن کی فکر کرنی
چاہئے اور کہ وہ خیال کرتے ہیں کہ ہم کچھہ ہیں جبکہ وے کسی لائق نہیں ہیں - اور اگر
تم ایسا کروگے تو خود اور میرے بیٹے تم سے اپنا واجب پائینگے - لیکن اب تو وقت
۴۲ آتا ہی کہ میں تو مرجاؤنگا مگر تم زندہ رہوگے لیکن آیا ان دونوں میں کونسی بات
عمدہ ہی - صرف خُدا ہی جانتا ہی +

مشن پریس لودیانہ - ایم - وائلی مینیجر
سنہ ۱۹۰۴ع

I have examined Licentiate, Paul Kewal Singh's Urdu translation of Plato's Apology, done from the original Greek, and I have found it a very good piece of work. It is a matter of thanksgiving that a book so well worth translation into Urdu has finally been translated. The meaning has rarely been missed, and the language is clear and idiomatic.

Ludhiana, (Sd.) H. D. Griswold
May 30th 1903

I have gone through the Urdu Translation of the Introduction to Plato's Apology, done by Mr. P. Kewal Singh. It is a good translation & the language is clear & idiomatic.

27th Nov. 1903 (Sd) — N. C. Ghose